۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

لہوف
دنیائے مقاتل کی شہرۂ آفاق کتاب
سید ابن طاؤسؒ
(امام حسین علیہ السلام کی سوانح حیات)

نام کتاب : لہوف (امام حسین (علیہ السلام) کی سوانح حیات)
مؤلف : سید بن طاؤسؒ
مترجم : مظہر حسین حسینی
ناشر : عباس بک ایجنسی، رستم نگر، لکھنؤ۔۳
کمپوزنگ : سید محمد قاسم رضوی و سید محمد علی رضوی
نظر ثانی : سید اظہر حسین شیرازی
تاریخ اشاعت: جون ۲۰۰۲ء
طبع : ایس ایس انٹر پرائزز
تعداد : ایک ہزار
ہدیہ : 30روپیہ

بصد شکریہ : مظہر حسین حسینی قم ایران

ملنے کا پتہ

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگارہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ۔۳

فون: 647590 موبائیل:501812

عرض ناشر

فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کی قیادت میں بہتّر سر فروشوں کا قافلہ جس ماحول سے گذرا وہ ایک تاریک ماحول تھا۔ انسان سے اس کی ازلی طاقتیں صلب کی جارہی تھیں، فکر و نظر پر پہرے بٹھا دیئے گئے تھے، آزادیٔ خیال و گفتار چھینی جارہی تھی، ضمیر انسانی پر ڈاکے ڈالے جارہے تھے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا جارہا تھا، یزید پرستوں کے احساسات مردہ ہو چکے تھے، قلب و جگر سیاہ پڑ چکے تھے، ہر طرف ظلم، تشدد، شر و فساد اور فتنہ پردازی کا دور دورہ تھا، لوگ حکومت وقت سے مرعوب تھے، سکوں کی کھنک سے حق کی آواز دبائی جارہی تھی۔ سونے چاندی کی چمک دمک نے ضمیر فروشوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا، عیش و طرب کی محفل، شراب کے چلتے ہوئے جام اور حکمرانوں کی بے راہ روی نے بڑے بڑوں کو گمراہی کے غار میں ڈھکیل دیا تھا، اللہ کی عظمت و جلالت کا مذاق اڑایا جارہا تھا، نبی کا دین تباہ و برباد ہو رہا تھا اور شریعت پامال ہو رہی تھی۔ حالات کے ایسے موڑ پر یہ صرف کربلا والوں کا حوصلہ تھا کہ انہوں نے جبر و تشدد، ظلم و استبداد اور مصائب و آلام کی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا بلکہ اس کا مقابلہ صبر و تحمل سے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود مٹ گئے لیکن آزادیٔ ضمیر کے پاکیزہ جوہر کو ناپاک ہاتھوں تک پہنچنے نہ دیا، اپنی جانیں قربان کر دیں مگر ذلت کے آستانے پر جھکنا گوارا نہیں کیا، فنا ہو گئے مگر اپنی حریت پسندی اور آزادی پر آنچ نہ آنے دی۔

کربلا کی تاریخ میں ایثار و قربانی، عزم و ثبات اور ہمت و استقلال کے جو نمونے ملتے ہیں ان کی مثال ممکن نہیں ہے۔ ایک طرف باطل کی جبروتی طاقتیں، کفر کے گھٹاٹوپ اندھیرے، ظلم و تشدد کے بھیانک طوفان اور شرک و ملامت کی آندھیاں تیزی سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ تعصب و تنگ نظری، بغض و حسد اور خونریزی و غارت گری کا ناپاک جذبہ کار فرما تھا۔ اور دوسری طرف حق کے فدائی، ایمان کے پجاری، انسانیت کے محافظ، زندگی کی قدروں کے پاسبان اور موت کے شیدائی حق و صداقت کی بجھتی ہوئی شمعوں کو اپنا خون

جگر دے رہے تھے تو دوسری طرف ٹڈی دل فوج کی شکل میں لاکھوں جانور نما انسان پیغمبرؐ اسلام کی ۲۳ سالہ محنت کا چراغ گل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ ایک طرف طاقت تھی تو دوسری طرف صداقت، ایک طرف موت تھی تو دوسری طرف حیات، ایک طرف جنگ کی پوری تیاری تھی، کثیر التعداد لشکر تھا، شقیق القلب لوگ تھے، شاہی خزانہ تھا، اسلحوں کی باڑھ تھی اور رسد کی فراوانی تھی تو دوسری طرف چند بھوکے، پیاسے اور غریب مسافر اور ان میں بھی کچھ عورتیں، کچھ معصوم بچے اور کچھ ضعیف العمر افراد۔ ان کے پاس نہ جنگ کا سامان، نہ رسد کا انتظام اور نہ سواری کی فراہمی۔

دنیا جانتی ہے کہ کربلا والے ظلم کی بھیانک طاقتوں کا نشانہ بن گئے، بے جرم و خطا صرف چند گھنٹوں میں ایک بھرے گھر کا صفایا ہو گیا، کسی کے بازو کٹے، کسی کا سینہ چھلنی کر دیا گیا، کسی کے سہرے کی کلیاں جنگ کے شعلوں میں جھلس گئیں، کسی کا سر تن سے جدا کیا گیا، کسی کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور کسی کی لاش پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے۔

انہیں حقائق کا آئینہ دنیائے مقاتل کی شہرۂ آفاق کتاب "لہوف" ہے جو سید رضی الدین بن موسیٰ بن جعفر طاؤس حسنی (المتوفی ۶۶۴ھ) کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے اور اس مایہ ناز کتاب کا اردو ترجمے کا کام جناب مظہر حسین صاحب حسنی نے انجام دیا۔

ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ مومنین کرام کے استفادہ کے لئے ہمیں اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

امید ہے کہ عوامی حلقوں میں یہ کتاب مقبولیت حاصل کرے گی۔

والسلام

سید علی عباس طباطبائی

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباسؑ

رستم نگر۔ لکھنؤ

فہرست

حصہ دوم

حصہ سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حصہ اول

امام حسین (علیہ السلام) کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت پانچ شعبان ۴ھ اور ایک قول کے مطابق تین شعبان کو ہوئی۔ بعض کہتے ہیں، ماہ ربیع الاول ۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

جب آپ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کیلئے شرفیاب ہوئے۔ فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) اپنے فرزند کو والد بزرگوار کی خدمت میں لائیں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کا نام حسین رکھا۔

جناب ام الفضل کا خواب اور اس کی تفسیر (۱)

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں عبداللہ بن بکر بن حبیب سہمی اور وہ حاتم بن صنحہ سے نقل کرتے ہیں کہ: جناب عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ ام الفضل کہتی ہیں کہ میں نے امام حسین (علیہ السلام) کی ولادت سے ایک رات پہلے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بدن اقدس سے گوشت کا ایک ٹکڑا جدا ہوا اور میری آغوش میں آ گیا۔

اس خواب کی تعبیر میں نے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھی: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میری بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے یہاں جلد ایک فرزند پیدا ہوگا۔

۱۔ (تاج العروس: ج

اور میں اسے دودھ پلانے کیلئے تمہارے سپرد کرونگا(۱)

چنانچہ وہ مبارک دن آ پہنچا کہ حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے ہاں ایک فرزند متولد ہوااور اسے دودھ پلانے کی خاطر میرے حوالے کیا گیا۔

ایک دن میں اس مولود مبارک کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت اقدس میں لے گئی۔ آنحضرتؐ نے انھیں اپنی گود میں بیٹھا کر چومنا شروع کیا۔اسی دوران بچے کے پیشاب کا قطرہ پیغمبر اسلامؐ کے لباس مبارک پر گرا۔ میں نے اس دوران جلدی سے بچہ کو آنحضرتؐ کی آغوش سے جدا کیاتو اس نے رونا شروع کردیا۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے غضبناک افراد کی طرح فرمایا: اے ام الفضل ذرا آہستہ میرا لباس تو دھویا جاسکتا ہے لیکن تم نے میرے بیٹے کو تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے حسین (علیہ السلام) کواسی حالت میں چھوڑا اور کمرہ سے باہر پانی لینے کیلئے چلی گئی۔ جب میں واپس آئی تو دیکھا رسول خداؐ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کچھ دیر پہلے جبرئیل آئے اورانہوں نے مجھے یہ بتایا کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کردے گی۔

علماء محدثین سے منقول ہے کہ جب امام حسین (علیہ السلام) ایک سال کے ہوئے تو رسول خداؐ پر خدا کی طرف سے بارہ فرشتے نازل ہوئے جن کے چہرے سرخ تھے، اور اُن کے پروبال کھلے ہوئے تھے، عرض کرتے ہیں۔

اے محمدؐ! وہی ظلم وستم جو قابیل نے ہابیل پر کیا تھا آپ کے فرزند حسین (علیہ السلام) پر بھی کیا جائے گا۔اور جس طرح ہابیل کواس کا اجر دیا جائے گا اُسی طرح آپ کے حسین (علیہ السلام) کو بھی اجر دیا جائے گا۔اور حسین (علیہ السلام) کے قاتلوں کو وہی عذاب دیا جائے گا جو ہابیل کے قاتلوں کو ملے گا۔

---

(۱) شیخ مفیدؒ (الارشاد) ص ۳۳۲، ابن نما (مثیر الاحزان) ابن جوزی تذکرہ خواز الامہ) ص ۳۳۱۔ تاج العروس ج ۹/ ص ۱۷۷۔

اسی اثنا میں آسمانوں کے تمام مقرب فرشتے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی خبر پر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں تعزیت عرض کی۔اور وہ مقام جو خداوند کریم نے شہادت کے عوض میں امام حسین (علیہ السلام) کو عطا فرمایا اُس کی خبر پہنچائی۔اور حسین (علیہ السلام) کی قبر کی تربت رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کی۔اِسی دوران رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دعا فرمائی کہ اے خدا!

جس نے میرے فرزند حسین (علیہ السلام) کو اذیت پہنچائی اُسے ذلیل وخوار فرما، اور انھیں قتل کر جو حسین (علیہ السلام) کو قتل کرے۔اور اُسکے قاتل کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ فرما۔

[......حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کے بارے میں جبرئیل کا خبر دینا۔]

جب امام حسین (علیہ السلام) دو سال کے ہوئے تو پیغمبر اسلام کو ایک سفر پیش ہوا، دوران سفر آنحضرتؐ اچانک رک گئے۔اور فرمایا، ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾ آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے، رونے کی وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا، مجھے ابھی جبرئیلؑ نے اسی زمین کے بارے میں خبر دی ہے کہ شط فرات کے قریب ہے، جس کا نام کربلا ہے۔اسی سرزمین پر میرے فرزند حسین (علیہ السلام) کو شہید کیا جائے گا۔سوال کیا گیا یارسول اللہ! ان کا قاتل کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا نام یزید بن معاویہ ہے گویا کہ میں ابھی حسین (علیہ السلام) کی قتل گاہ اور مقام دفن کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس سفر سے غمگین لوٹے اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، لوگوں کو نصیحت۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ امام حسنؑ اور بایاں ہاتھ امام حسین (علیہ السلام) کے سر پر رکھا اور اپنا چہرۂ مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے دعا مانگی۔

[خداوندا! محمدؐ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر ہے۔اور یہ دونوں میرے اہل بیت اطہار اور برگزیدہ ذریت میں سے ہیں اور ان کو اپنی امت میں اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں، جبرئیلؑ

نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس فرزند کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا جائے گا، خدایا!
شہادت کو اس کیلئے مبارک فرما اور اِسے شہداء کا سردار قرار فرما۔ اور اس کے قاتلوں کو ذلیل و
رسوا فرما]

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دُعا سنتے ہی مجلس میں رونے کی آواز بلند ہوئی، پیغمبر
اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آیا اس کیلئے گریہ وزاری کر رہے ہو کہ جس کی نصرت سے تم
دوری اختیار کرو گے؟ اس کے بعد مسجد سے باہر گئے اور فوراً مسجد میں واپس تشریف لے
آئے۔ لیکن اُن کا رنگ متغیر تھا۔ اور رونے والوں کے درمیان دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور کہا
ایھا الناس! میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک قرآن اور
دوسرے میرے اہل بیتؑ جو کہ میرے محبوب اور میرے گوشہ جگر ہیں۔ اور ان دونوں کے
درمیان جدائی نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر تک نہ پہنچ جائیں۔ اور جان لو کہ بروز
قیامت میں ان دو گرانقدر امانتوں کا منتظر ہونگا (اور میں تم سے اپنے اہل بیتؑ کے بارے
میں سؤال نہیں کرونگا مگر وہ کہ جس کے بارے میں خداوند متعال کہے گا۔ پس میں چاہتا ہوں
کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو، اور میرے اہل بیت سے ایسا اچھا سلوک کرو کہ قیامت
کے دن تمہاری مجھ سے ملاقات اس حالت میں نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں میرے اہل بیت کی
دشمنی ہو اور تم نے اُن پر ظلم ڈھایا ہو، یقین کرو قیامت کے دن میری اُمت تین گروہ ہو کر
میرے سامنے پیش ہوگی ہر گروہ کے ہاتھ ایک پرچم ہوگا۔

پہلا پرچم

سیاہ رنگ کا ہوگا کہ ملائکہ اس کو دیکھ کر چیخ و پکار کریں گے۔ اس پرچم کے اٹھانے
والے میرے سامنے کھڑے ہوں گے ان سے سوال کروں گا تم کون ہو؟ وہ میرا نام بھول چکے
ہوں گے، جواب دینگے کہ ہم اہل توحید اور عرب ہیں۔ میں ان سے کہوں گا۔ میں احمد پیغبر

عرب و عجم ہوں، جواب دیں گے ہم آپ کی امت ہیں۔ میں سوال کروں گا۔ میرے بعد
اہل بیتؑ اور قرآن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیں گے ہم نے قرآن کے حق کو ضائع کیا
اور اس کی تعلیمات کو ترک کیا۔ اور آپ کے اہل بیت کو روئے زمین سے نابود کرنا چاہتے تھے
۔ میں ان سے اپنا چہرہ پھیر لوں گا اور وہ روسیاہ اور پیاس کی حالت میں مجھ سے دور ہو جائیں
گے

دوسرا پرچم

سامنے آیگا اس علم کی سیاہی پہلے علم کی سیاہی سے زیادہ ہوگی، ان سے دریافت کروں گا، کہ تم
نے میرے بعد دو بزرگ، امانتوں قرآن و اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
وہ جواب دیں گے، قرآن کی مخالفت کی اور آپکے اہل بیت پر ظلم کیا اور ان کو در بدر
پھرایا، میں اُن سے کہوں گا، مجھ سے دُور ہو جاؤ، تو وہ اپنے سیاہ چہروں کے ساتھ پیاس کی
حالت میں مجھ سے دُور ہو جائیں گے۔

تیسرا پرچم

میرے سامنے پیش ہوگا اس کے اٹھانے والوں کے چہروں پر نور ہوگا۔ میں ان سے
سوال کروں گا، آپ کون ہیں، جواب دیں گے ہم کلمہ گو اور اہل تقویٰ اور امت محمدؐ سے
ہیں۔ ہم ہیں اہل حق جو دین پر ثابت قدم رہے اور راہ دین سے متزلزل نہیں ہوئے۔
ہم نے اللہ کی کتاب سے تمسک اختیار کیا، اس کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو
حرام جانتے تھے۔ اور اپنے پیغمبر محمدؐ کے اہل بیت کو دوست رکھتے تھے، ہم نے انکی پیروی میں
کوتاہی نہیں کرتے تھے اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے۔
میں ان سے کہوں گا کہ تم کو بشارت ہو کہ میں تمھارا پیغمبر محمدؐ ہوں، اور تم دنیا میں اسی
طرح تھے، جس طرح اب بیان کر رہے ہو۔ اس کے بعد ان کو حوض کوثر سے سیراب کروں گا، اور

وہ خوشحال چہروں کے ساتھ بہشت کی طرف جائیں گے۔ اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

معاویہ کی موت اور یزید کا خط

مذکورہ بالا خطبہ تمام ہونے کے بعد مجلس اختتام کو پہنچی، لیکن رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ خطبہ اسی طرح لوگوں کے گوشگوار رہا، اور ہر محفل و مجلس میں شہادت امام حسین (علیہ السلام) کی داستان کا ذکر ہوتا۔ لوگوں کی نظر میں یہ بہت اہم مسئلہ تھا۔ اور وہ اس واقعہ کے رونما ہونے کے وقت کے منتظر رہتے تھے۔

معاویہ ابن سفیان ماہ رجب ۶۰ ہجری کو ہلاک ہوا۔ اس کے بعد یزید حاکم ہوا اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھا اور اُس کو حکم دیا کہ میرے لئے تمام اہل مدینہ بالخصوص امام حسین (علیہ السلام) سے بیعت لو اور اگر امام حسین (علیہ السلام) بیعت سے انکار کریں تو اُن کا سر بدن سے جدا کر کے میرے پاس روانہ کردو۔ ولید نے مروان کو طلب کیا اور اس بارے میں مروان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔

مروان نے کہا: اس ذلت کو حسین (علیہ السلام) قبول نہیں کرینگے اور یزید کی بیعت نہیں کرینگے۔ لیکن میں اگر تمہاری جگہ پر ہوتا اور یہی قدرت و طاقت جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں فوراً حسین (علیہ السلام) کو قتل کر دیتا۔

ولید نے کہا: اے کاش میں اس کام کو انجام دینے اور اس ذلت کو اپنے ذمہ لینے کیلئے دنیا میں نہ آیا ہوتا۔

پھر اس کے بعد ولید نے امام حسین (علیہ السلام) کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ امام حسین (علیہ السلام) بنی ھاشم کے تیس جوانوں کو اپنے ہمراہ لے کر آئے۔ ولید نے امام حسین (علیہ السلام) کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: بیعت مخفیانہ طور پر نہیں کی جاسکتی۔ جب صبح ہو تو لوگوں کو دعوت دینے کے ساتھ مجھے بھی دعوت دینا۔

مروان نے کہا: حسین (علیہ السلام) کی بات کو نہ مانو اور ان کے عذر کو قبول نہ کرو، بلکہ فوراً ان کا سر تن سے جدا کردو۔

امام حسین (علیہ السلام) نے غضبناک ہو کر کہا: لعنت ہو تجھ پر اے زانیہ کے فرزند کیا تو میرے قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا، اور اس بات سے تو نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا، اس کے بعد ولید کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حاکم مدینہ! ہم اہل بیت نبوت اور مخزن رسالت ہیں۔ اور ہمارے گھر پر ملائکہ کی آمد و رفت ہوتی ہے، ہماری ہی خاطر خداوند کریم نے اپنی رحمت کو لوگوں پر وسیع کیا ہے اور ہماری ہی وجہ سے اس رحمت کا اختتام ہوگا۔ لیکن یزید فاسق، شرابی، محترم جانوں کا قاتل اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہے، مجھ جیسا شخص یزید جیسے کی بیعت کبھی نہیں کرسکتا۔ تم بھی رات گزارو اور ہم بھی رات گذارتے ہیں اور صبح تک تم بھی اس بارے میں بہتر سوچو اور ہم بھی سوچتے ہیں کہ کون ہم میں سے بہتر اس مقام خلافت کا حقدار ہے؟ یہ بات تمام کر کے امامؑ ولید کے گھر سے باہر تشریف لے گئے، مروان نے ولید سے کہا: تم نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا اور اسکے خلاف عمل کیا۔

ولید نے کہا: لعنت ہو تم پر۔ تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو کہ جس میں میرے دین و دنیا کا نقصان ہے خدا کی قسم اگر دنیا کی تمام بادشاہی بھی مجھے مل جائے تو میں حسین (علیہ السلام) کو قتل نہیں کرونگا۔ خدا کی قسم میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی بھی حسین (علیہ السلام) کے قتل کو اپنے ذمہ لے اور جب خداوند کریم سے ملاقات کرے۔ تو اس کے اعمال صالح کا پلڑا بہت ہلکا ہو اور اسکی بخشش محال اور خدا اس پر نظر رحمت نہیں کریگا اور اس کی توبہ قبول نہیں کریگا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ رات گزر گئی صبح طلوع ہوئی اور امام حسین (علیہ السلام) حالات سے آگاہی کیلئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ مروان نے ان سے ملاقات کی اور کہا: یا اباعبداللہ! میں آپ کا خیرخواہ ہوں میری نصیحت کو سنیں تا کہ سعادت پائیں۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: تیری نصیحت کیا ہے بتا تا کہ میں سنوں؟

اس نے کہا کہ میں آپکو نصیحت کرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کرلو۔ کیونکہ یہ تمہاری دنیا و آخرت کیلئے بہتر ہے۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ﴿ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ﴾ اب دین اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہئے کہ جب امت پیغمبرؐ کی خلافت و بادشاہی یزید کے ہاتھوں میں ہو۔ میں نے اپنے جد امجد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

﴿ اَلْخِلَافَۃُ مُحَرَّمَۃٌ عَلٰی آلِ اَبِی سُفْیَانَ ﴾ ابو سفیان کے خاندان پر خلافت حرام ہے۔

امام حسین (علیہ السلام) اور مروان کے درمیان طولانی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ مروان غصہ کی حالت میں چلا گیا۔

امام حسین (علیہ السلام) کا اپنی شہادت سے باخبر ہونا

سید ابن طاؤس کہتے ہیں کہ یہ بات تحقیقات سے ثابت ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) اپنی شہادت کی خبر اور درپیش واقعات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اور وہی وظیفہ امام حسین (علیہ السلام) نے ادا کیا کہ جو اُنکا وظیفہ تھا۔ سید ابن طاؤس اپنی کتاب (غیاث سلطان الوری لسکان الثری) میں بہت سے راویوں کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جن میں سے ایک راوی ابو جعفر محمد بن بابویہ قمی ہیں انھوں نے اپنی کتاب امالی میں سند حدیث کو مفضل بن عمر سے نقل کیا انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے اور امام نے اپنے آباء اجداء سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دن امام حسین (علیہ السلام) اپنے بھائی امام حسنؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ جیسے ہی امام حسین (علیہ السلام) کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، امام حسن نے پوچھا؛ کیوں روتے ہیں؟

جواب دیا کہ میرے رونے کی وجہ آپ پر ظلم وستم وارد ہونے کی ہے۔ امام حسنؑ نے

فرمایا: جو ظلم مجھ پر ہو گا وہ فقط دھوکے سے زہر دیا جائے گا اور اسکی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی، لیکن ﴿ لَا یَوْمَ کَیَوْمِکَ یَا اَبَاعَبْدِاللّٰہ ﴾ کائنات کا کوئی دن آپکی شہادت کے مانند نہیں پایا جاتا: کیونکہ ۳۰ ہزار کا لشکر جو کہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہونگے اور ہمارے جد امجد حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت میں سے ہونگے اور وہ آپکا محاصرہ کریں گے۔ اور آپکو قتل کرنے کیلئے اور آپؑ کا خون بہانے کیلئے اور آپ کی ہتک کرنے کیلئے آپ کے اہل بیتؑ کو قیدی بنانے کیلئے اور آپکے مال کو لوٹنے کیلئے آمادہ ہونگے۔ اور یہ وہی وقت ہے کہ جب اللہ تعالی کی بنی امیہ پر لعنت ہوگی اور آسمان خون برسائے گا، اور خاک پھیلائے گا، یہاں تک کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، جنگلوں کے درندے دریاؤں کی مچھلیاں آپ کی مصیبت پر گریہ کرینگی......

﴿ فَتُوْبُوا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ ﴾

اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تم توبہ کرو پس اپنی جانوں کو قتل کرو یہی تمھارا عمل خدا کے نزدیک بہترین عمل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں ﴿ وَلَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ﴾ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ شہادت کی طرف اشارہ ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، بلکہ شہادت انسان کے لئے ایک عظیم سعادت ہے۔

صاحب کتاب (مقتل) نے اپنی کتاب میں اسلم سے روایت کی ہے کہ امام صادقؑ نے اس آیت تشریفہ کی اس طرح تفسیر فرمائی ہے۔

اسلم روایت کرتے ہیں کہ ہم جنگ نھاوند یا کسی دوسری جنگ میں شریک تھے ہم مسلمانوں نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دشمن بھی ہمارے مقابلہ مین صف آرا ہوئے کسی بھی جنگ میں ایسی طویل وعریض صفیں نہیں دیکھی تھیں اسی دوران مسلمانوں کی صف سے نکل کر

ایک مسلمان حملہ آور ہوا۔ تو لوگوں نے کہا: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی نَفْسَهٗ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾

(تعجب ہے اس شخص پر کہ جس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے آمادہ کیا۔ اس وقت ابوایوب انصاری نے کہا: تم نے اس آیت کی تاویل اس حملہ آور شخص سے کی جو کہ شہادت کا طالب ہے؟)

حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے چونکہ ہم رسول خداؐ کی مدد میں مشغول ہوئے اور اپنے اہل و اعیال اور مال سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور اپنی ذات کی اصلاح کیلئے کوئی اقدام نہ کیا۔ یہاں تک کہ ہماری زندگی کے امور درہم برہم ہوگئے تو اس کے بعد ہم نے یہ ارادہ کیا کہ پیغمبرؐ کی مدد سے دوری اختیار نہ کریں تاکہ اپنی زندگی اور اپنے اموال کی اصلاح کرسکیں۔

لھذا یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم رسول خداؐ کی مدد سے گریز کریں اور گھر میں بیٹھے رہیں۔

سید ابن طاؤس کہتے ہیں: شاید کچھ کوتاہ نظر جو شہادت کی عظیم سعادت سے ناواقف ہیں یہ خیال کریں کہ خداوند متعال ایسی حالت کہ جس میں انسان اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے پسند نہیں کرتا۔ کیا ان کوتاہ نظر افراد نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جس میں خداوند متعال حکم فرما رہا ہے کہ ایک گروہ اپنے آپ کو قتل کرنے اپنے ہاتھوں سے ہی بدبختی اور ہلاکت کی طرف گئے ہیں۔ اور خداوند کریم کو اپنے اوپر غضبناک کیا، جس کا ہم نے خیال کیا ہے یہ آیت اسکی مخالفت کرتی ہے۔ اور ہم نے کہا کہ گھر میں بیٹھے رہیں گے اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کیلئے آمادہ کرینگے۔ اور یہ آیت اسی شخص کیلئے نازل نہیں ہوئی کہ جو دشمن پر حملہ کرے۔ اور اپنے ساتھیوں کو دشمن کے ساتھ جنگ پر آمادہ بھی کرے یا شہادت کے لئے اور آخرت کا اجر پانے کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کرے، اور ہم نے کتاب کے مقدمہ میں کہا ہے کہ خدا کے اولیاء راہ حق میں تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے نہیں ڈرتے۔ اور وہ مطالب کہ جنھیں ہم اس کتاب میں نقل کر رہے ہیں وہ اس موضوع کے

حقائق پر پڑے پردوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔

مدینہ سے امام حسین (علیہ السلام) کی روانگی

علماء محدثین امام حسین (علیہ السلام) کی ولید بن عتبہ اور مروان کے ساتھ ملاقات کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ اُس رات کی صبح ۳ شعبان ۶۰ھ کی تھی امام حسین (علیہ السلام) مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بقیہ ماہ شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعدہ مکہ میں رہے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر امام کی خدمت اقدس میں مشرف ہوئے اور عرض کیا: آپ مکہ میں ہی رہیں۔ امام نے فرمایا: مجھے رسول اللہ نے امر فرمایا ہے کہ میں اُسے انجام دوں۔ ابن عباس امام حسین (علیہ السلام) کے گھر سے باہر آئے اور راستہ میں کہ رہے تھے واحسیناہ! اس کے بعد عبداللہ بن عمر امام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ ان گمراہ لوگوں کی اصلاح فرمائیں اور ان کے ساتھ جنگ نہ کریں۔

امام نے فرمایا: مگر تم نہیں جانتے کہ یہ دنیا کی پستی تھی کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے سر کو بنی اسرائیل کی ایک زناکار عورت کے سامنے بطور ہدیہ پیش کیا گیا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ستر (۷۰) پیغمبروں کو قتل کرنے کے بعد اپنے معاملات میں اسی طرح سے مشغول ہو جاتے تھے کہ گویا کوئی ظلم ہی انجام نہ دیا ہو۔ لیکن خداوند متعال نے انھیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی، بلکہ انھیں مہلت دی اور اسی مہلت کے گزرنے کے بعد ان سے سخت انتقام لیا۔

[اے عبداللہ! خداوند کریم کے غیظ و غضب سے ڈرو! اور میری نصرت کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔

اہل کوفہ کا امام حسین (علیہ السلام) کو دعوت دینا

اہل کوفہ نے جب امام حسین (علیہ السلام) کی مکہ میں تشریف آوری اور یزید کی بیعت

سے انکار کرنے کی خبر سنی۔ تو انھوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پر اجتماع کیا۔ اس اجتماع میں سلیمان بن صرد اس طرح مخاطب ہوئے:

اے شیعو! تم نے سنا کہ معاویہ ہلاک ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا یزید اس کا جانشین بنا اور نیز یہ بھی تم جانتے ہو کہ حسین بن علی (علیہ السلام) نے اس کی مخالفت کی ہے اور بنی امیہ کے ستم گاروں کے شر سے بچنے کیلئے خانہ خدا میں پناہ لے رکھی ہے۔ تم ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ اور آج امام حسین (علیہ السلام) تمھاری نصرت کے نیازمند ہیں۔ اگر تم ارادہ رکھتے ہو کہ انکی مدد کروگے اور انکے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروگے تو اپنی آمادگی کا اظہار کرو، اور امامؑ کو خط کے ذریعہ اطلاع دو۔ اگر تم ڈرتے ہو کہ تمہارے اندر سستی وغفلت پیدا ہوگی تو انھیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور انھیں فریب نہ دو۔ اس کے بعد انھوں نے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت امام حسین بن علیؑ

سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر عبداللہ بن وائل اور انکے بعض مؤمنین وشیعوں کی طرف سے۔

سلام کے بعد ہم خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے والد گرامی کے دشمن کو ھلاک کیا۔ وہ ایک ایسا ظالم خونخوار شخص تھا کہ جس نے اُمت مسلمہ کی حکومت پر ظلم وستم کے ساتھ قبضہ کیا مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کرلیا اور انکی رضامندی کے بغیر حاکم بن بیٹھا۔ اور نیک لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ اور فاسق وفاجر لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اور خداوند کریم کے مال کو جابروں اور سرکشوں کیلئے وقف کردیا۔ خدا کی رحمت سے دور ہوکر، جس طرح قوم ثمود دور ہوئی۔ اور ہمارا اس وقت آپ کے سوا اور کوئی امام وپیشوا نہیں ہے۔ اور یہ بہت مناسب ہے کہ آپ قدم رنجہ فرماہوں اور ہمارے شہر میں تشریف لے آئیں۔

امید ہے کہ خداوند کریم آپ کے وسیلہ سے ہمیں رُاہ سعادت کی راھنمائی فرمائے۔

اس وقت کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر قصر دارالامارہ میں ہے۔ لیکن ہم نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور نماز عید کیلئے بھی اقتداء نہیں کرتے۔ اگر ہم اس بات سے باخبر ہوجائیں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لارہے ہیں تو اُسے ہم کوفہ سے نکال کر اور شام کی طرف روانہ کردینگے۔

اے پیغمبر کے فرزند! آپ پر اور آپ کے والد بزرگوار پر ہمارا سلام،

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

خط لکھنے کے بعد اِسے بھیج دیا۔ پھر دو دن کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کی طرف ڈیڑھ سو کے قریب خطوط روانہ کئے کہ جن میں ایک، دو یا تین یا چار افراد کے دستخط تھے۔ تمام خطوط میں امام حسین (علیہ السلام) کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن امام حسین (علیہ السلام) نے باوجود ان تمام خطوط کے پہنچنے کے کسی ایک کا بھی جواب تحریر نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک دن چھ سو خط پہنچے اور اس کے علاوہ اور بھی خطوط متواتر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

اسکے بعد اہل کوفہ کی طرف سے آخری خط ھانی بن ھانی، سعید بن عبداللہ حنفی کے توسط سے امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخدمت حسین بن علیؑ، انکے والد امیر المؤمنین کے شیعوں کی طرف سے بعد از سلام! عرض ہے کہ ہم لوگ آپکے منتظر ہیں، آپکے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے۔ یابن رسول اللہ! جلد سے جلد ہماری طرف تشریف لائیں۔ کیونکہ باغ سرسبز وشاداب ہوچکے ہیں۔ پھل پک چکے ہیں۔ اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ اور سبز پتوں نے درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ کردیا ہے۔ آپ ہماری طرف تشریف لے آئیں تو آپ اپنے لیئے ایک تیار وآمادہ فوج پائیں گے۔ ﴿والسلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ وعلی ابیک من قبلک﴾

اس دوران جن دو افراد نے یہ خط امام کی خدمت میں پہنچایا تھا ان سے امامؑ نے پوچھا: کہ یہ خط کنھوں نے لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یابن رسول اللہ بھیجنے والوں میں سے شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن اویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمر بن عطارد ہیں۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

مسلم کی روانگی کے وقت امام حسین (علیہ السلام) اپنی جگہ سے اٹھے رکن ومقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور خداوند سے اس موضوع کے بارے میں خیریت کی درخواست کی۔ اس کے بعد مسلم بن عقیل کو طلب فرمایا، اور انہیں تمام کام کی نوعیت سے آگاہ فرمایا اور لوگوں کے خطوط کا جواب لکھ کر مسلم کے توسط سے روانہ فرمایا، اور اُس خط میں ان کی درخواست کو قبول کرنے کا وعدہ کیا اور اس میں لکھا تھا۔

میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ تمہارے مقصد وہدف کو جان کر مجھے آگاہ کریں۔

مسلم خط لیکر کوفہ آئے۔ اہل کوفہ امام حسین (علیہ السلام) کے خط اور مسلم کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور انھیں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر مہمان ٹھہرایا۔ شیعہ جوق در جوق مسلم کی زیارت کیلئے آتے تھے۔ اور جو گروہ بھی انکے پاس آتا وہ انھیں امام حسین (علیہ السلام) کا خط پڑھ کر سناتے تھے۔ اور خوشی سے انکی انکھوں سے اشک جاری ہوتے تھے اور انکے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار افراد نے انکے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابن زیاد کا والی کوفہ بننا

عبداللہ بن مسلم باھلی، عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد نے یزید کو خط لکھا۔ اور مسلم کے کوفہ آنے کی خبر دی۔ اور تقاضا کیا کہ نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے کسی اور شخص کو حاکم بنایا جائے۔

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو جو کہ اس وقت حاکم بصرہ تھا اُسے خط لکھا۔ اور بصرہ کی حکومت کے علاوہ کوفہ کی حکومت بھی اس کے سپرد کی۔ اور مسلم اور حسین (علیہ السلام) کے حالات کے متعلق خط میں لکھا اور تاکید کے ساتھ یہ دستور دیا کہ مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ ابن زیاد خط پڑھنے کے بعد فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے بصرہ کے بزرگان اور من جملہ یزید بن مسعود نھشلی، اور منذر بن جارود عبدی کو خط لکھا تھا۔ اور اس خط میں انھیں اپنی امداد اور اپنے اوامر کی اطاعت کی دعوت دی اور اس خط کو اپنے غلام سلیمان کے توسط سے کہ جس کی کنیت ابارزین تھی اُن کے پاس بھیجا تھا۔ یزید بن مسعود نے قبیلہ بنی تمیم، قبیلہ بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا۔ اور انہیں مخاطب کر کے کہا: اے بنی تمیم! تمہاری نظر میں میرا مقام اور میرا حسب ونسب کیسا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: خدا کی قسم تم بہت بلند ونیک مقام رکھتے ہو، اور قبیلہ کے قیام کا وجود تمھارے ہی دم سے ہے اور اس کا افتخار تمھارے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تم ہم تمام لوگوں سے شریف اور مقدم تر ہو۔ تو اُس نے کہا: میں نے تم کو ایک مقصد کے لئے یہاں بلایا ہے تاکہ تم سے مشورہ کروں اور مدد لوں۔

انھوں نے کہا: خدا کی قسم آپکو مشورہ دینے میں کنجوسی سے کام نہیں لیں گے۔ اور اپنی آراء کو پیش کرینگے۔ اب تم اپنے مقصد کو بیان کرو تاکہ ہم سنیں۔

اس نے کہا: اے بنی تمیم جان لو کہ معاویہ مرگیا اور خدا کی قسم اس کی موت پست وبے قیمت ہے۔ کہ جس کا کوئی افسوس نہیں اور جان لو!

کہ اس کی موت سے ظلم وستم کا خاتمہ ہوگیا' معاویہ نے لوگوں سے بیعت لی تاکہ اپنے بیٹے یزید کو حکمرانی سپرد کرے اور خیال سے کہ اس کو محکم واستوار بنائے' لیکن بعید ہے کہ اس طرح ہو۔ خدا کی قسم اسی نے بڑی جدوجہد کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ اور اپنے مکار دوستوں سے مشورہ کیا لیکن ذلیل وخوار ہوا۔

اس وقت اُس کا بیٹا شرابی و بدکردار یزید اُس کی جگہ پر بیٹھا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کا دعوی کر رہا ہے۔ اور بغیر ان کی رضامندی کے اپنے آپ کو اُنکا امیر جانتا ہے۔ جبکہ اس کا حلم و بردباری بہت کم اور دانشمندی نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ اور راہ حق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ تو وہ کس طرح امت کی باگ ڈور سنبھال سکتا ہے؟

(فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَماً مَبْرُوراً لِجَهَادُهُ عَلَى الدِّينِ أَفْضَلُ مِنْ جِهَادِ الْمُشْرِكِينَ)

میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ جس طرح قسم اٹھانے کا حق ہے دین کی حفاظت کیلئے یزید سے جنگ کرنا مشرکین سے جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ لیکن حسین بن علی (علیہ السلام) وہ شخصیت ہیں کہ جو تمہارے پیغمبرؐ کے نواسے، شریف بلند نسب، خیر خواہ ہیں، انکی فضیلت قابل تعریف اور وہ علم کے بحر بے کراں ہیں۔ وہ خلافت کے حقدار ہیں، کیونکہ انکا ماضی اسلام میں سب سے زیادہ درخشان ہے، اور رسول خداؐ سے انکی قرابت سب پر عیاں ہے۔ ان کے اخلاق حسنہ کا یہ عالم ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ مہربان اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

وہ ایک بہترین رہنما و امام ہیں کہ جن کے وسیلے سے خدا نے تمہارے اوپر اپنی حجت کو تمام کیا اور راہ سعادت کی طرف تمھاری ہدایت کی ہے، لھذا تم اپنی نگاہوں کو نور حق سے پھیر نہ لینا۔

صخر بن قیس نے جنگ جمل میں تمہارے دامن کو ننگ و عار کے داغ سے داغدار کر دیا، لیکن آج تم پیغمبر اسلامؐ کے فرزند کی نصرت کر کے اس ننگ و عار کے داغ کو دھو سکتے ہو۔ خدا کی قسم جو لوگ ان کی نصرت میں کوتاھی کرینگے خداوند کریم اس کی اولاد کو ذلیل اور اسی کے خاندان کو کم کرے گا۔ جان لو! کہ میں نے جنگی لباس زیب تن اور زرہ کو باندھ لیا ہے۔ جان لو! کہ جو بھی قتل نہ ہوا اُسے موت تو ضرور آنا ہی ہے، اور اس سے انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔

خدا تمھاری مغفرت کرے اور میری ان باتوں کا مثبت جواب دو۔

بنی حنظلہ نے کہا اے ابو خالد!

ہم تمہاری کمان کے تیر کی مانند ہیں تم جس نشان پر پھینکو گے نشانہ خطا نہیں ہوگا۔ ہم تمہارے کاروان کے ایسے شہسوار اور سپاہی ہیں کہ جس جنگ میں بھی بھیجو گے، فتح و نصرت کا سہرا تمہارے سر ہوگا۔ خدا کی قسم تم جیسے بھی خطرناک راستہ چلو گے، ہم تمھارے ساتھ چلیں گے۔ اور ہر وہ سختی کہ جس کا تمہیں سامنے کرنا پڑے ہم بھی اس کا سامنا کرینگے۔ خدا کی قسم! ہم ایسی تلواروں کے ساتھ تمہاری مدد اور اپنے جسموں کے ساتھ تمہاری حفاظت کریں گے جو بھی تم چاہتے ہو وہ اقدام کرو۔

اس کے بعد بنی سعد کے لوگوں نے جواب دیا اور کہا اے ابو خالد! آپ کی رائے کی مخالفت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ نہ پسند ہے، لیکن صخر بن قیس نے ہمیں دستور دیا ہے کہ ہم جنگ نہ کریں۔ اور ہم نے اِسے ہی شایستہ جانتے ہوئے جنگ نہیں کی اور عزت سے رہ رہے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں مشورہ کی مہلت دو۔ تا کہ ہم تم کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر سکیں۔ اس کے بعد بنی تمیم کہنے لگے اے ابو خالد!

ہم نے تمھارے اور تمھارے (قبیلہ) کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ جس پر تم حملہ آور ہو گے ہم اس پر حملہ کرینگے۔ اور سفر میں تمہارے ساتھ چلیں گے۔ تمہارا حکم سر آنکھوں پر ہے۔ تم پکارو! ہم لبیک کہیں گے اور دستور دو تا کہ اُس کی اطاعت کریں۔ یزید بن مسعود نے بنی سعد کو مخاطب کر کے کہا: اے قبیلہ بنی سعد خدا کی قسم! اگر تم حسین (علیہ السلام) کی مدد نہ کرو گے تو خداوند کریم تمہارے درمیان فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کو کبھی بھی ختم نہیں کریگا۔ اور تم ہمیشہ آپس میں دست بگریباں رہو گے۔ اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کے پاس یوں خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اما بعد! آپ کے خط کی زیارت ہوئی کہ جس میں آپ نے مجھے اپنی نصرت کیلئے

پکارا ہے۔ تاکہ میں آپ کی اطاعت سے بہرہ مند ہوں اور آپ کی نصرت کے وسیلہ سے مجھے نجات نصیب ہو۔ یہ یقینی امر ہے آپ ہی لوگوں پر خدا کی حجت ہیں اور اہل جہاں پر اُس کی امانت ہیں......

آپ شجرہ طیبہ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ثمر ہیں، اس کی اصل حضرت ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور اسکی شاخ ہیں۔ آپؑ ہماری طرف تشریف لے آئیں، آپ کا آنا ہمارے لئے نیک شگون ہوگا۔ کیونکہ ہم نے بنی تمیم کو آپ کی نصرت کیلئے اس طرح سے تیار و آمادہ کرلیا ہے۔ اور ان کا اشتیاق آپ کی نصرت کیلئے اس قدر بڑھ چکا ہے کہ جیسے شدید پیاسے اونٹ پانی کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں۔

امام حسین (علیہ السلام) خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور یزید بن مسعود کے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ خداوند کریم تم کو قیامت کی وحشت وھولنا کی سے اپنی امان میں رکھے۔ اور تمہیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ اور وہ دن کہ جس دن پیاس غلبہ کریگی آپ کو سیراب فرمائے۔

یزید بن مسعود جو کہ خط لکھنے والا تھا امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت کیلئے آمادہ ہوکر روانہ ہوا۔ لیکن بصرہ سے روانگی کے بعد اس نے امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی خبر سنی۔ یہ المناک خبر سن کر بہت گریہ وزاری کی اور بہت زیادہ غمگین ہوا۔

یزید بن مسعود کی امام حسین (علیہ السلام) کے خط کے مقابل اس طرح کی حالت ظاہر تھی، لیکن منذر بن جارود کہ جس کی بیٹی (بحریہ) ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب اس نے امام حسین (علیہ السلام) کا خط دیکھا تو اس خوف سے کہ یہ ابن زیاد کی چال نہ ہو اس نے خط اور نامہ رساں کو ابن زیاد کے سپرد کردیا۔ ابن زیاد نے فوراً اس قاصد کو سولی پر چڑھا دیا اور منبر پر چڑھ کر خطاب دیا۔ اہل بصرہ کو اپنی مخالفت اور بغاوت کرنے سے خبردار کیا۔ اس نے وہ رات بصرہ میں ہی گذاری۔

علی الصبح اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا نایب بنا کر کوفہ روانہ ہوگیا۔ جیسے ہی کوفہ کے

نزدیک پہنچا تو وہاں رُکا، یہانتک کہ سورج غروب ہوگیا۔ رات کے پہلے حصہ میں وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ چونکہ رات اندھیری تھی، لھذا اہل کوفہ نے خیال کیا کہ امام حسین (علیہ السلام) ہیں۔ بنا برایں وہ امامؑ کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ جیسے ہی اس کے نزدیک گئے۔ اور اس کے شناخت کی تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد ہے تو اس کے پاس سے متفرق ہوگئے۔ اور وہ بھی دارالامارہ میں داخل ہوگیا۔ اور یوں ہی رات تمام ہوئی۔

علی الصبح ابن زیادہ دارالارہ سے باہر آیا۔ اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگوں کو یزید کی مخالفت سے ڈرایا اور اس کی اطاعت کرنے پر انعام کا وعدہ کیا۔

مسلم ھانی کی پناہ میں

مسلم بن عقیل نے جب یہ خبر سنی تو خوف زدہ ہوئے کہ کہیں ابن زیاد کو آپ کے کوفہ میں موجود ہونے کی خبر نہ ہو اور وہ آپ کیلئے کوئی مزاحمت ایجاد نہ کردے۔ اسی وجہ سے آپ نے مختار کے گھر کو چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔ اس کے بعد شیعہ ہانی کے گھر کثرت سے آنے جانے لگے۔ ابن زیاد نے اپنے جاسوس لگا رکھے تھے تاکہ وہ مسلم کی جائے پناہ کا پتہ لگا سکیں۔ جیسے ھی اسے علم ہوا کہ مسلم ہانی کے گھر میں پناہ لیے ہوئے ہے تو اس نے محمد بن اشعث اسماء بن خاجہ اور عمرو ابن حجاج کو طلب کیا اور کہا: کیوں ہانی میرے دیدار کیلئے نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ صحتیاب ہوگئے ہیں۔ اور اپنے مہمان سرا میں بیٹھتے ہیں۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ وہ بیمار ہیں تو میں ان کی عیادت کیلئے جاؤں۔ لیکن تم لوگ جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ وہ ہمارے حق کو ضائع نہ کریں اور ہماری ملاقات کیلئے آئے۔

وہ تین افراد رات کے وقت ہانی کے گھر گئے۔ تو انھوں نے اس سے کہا کہ تم امیر کی ملاقات کیلئے نہیں آئے؟ بہر صورت اس نے تمہاری احوال پرسی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر مجھے ان کے مریض ہونے کا علم ہو جائے تو میں اس کی عیادت کیلئے جاؤں۔ ہانی نے کہا:

بیماری ہی میرے نہ آنے کی وجہ تھی۔ تو انھوں نے کہا ابن زیاد کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ اپنے مہمان سرائے پر بیٹھتے ہیں اور اس کی ملاقات کیلئے نہیں آئے۔ وہ ناراض ہو رہا ہے۔ آپ جیسی مقدس شخصیت جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں۔ اس کا اسی طرح لاپرواہی کا برتاؤ کرنا اس کیلئے قابل قبول نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ سوار ہو کر اس کی ملاقات کو چلیں۔ تو ہانی نے اپنا لباس بدلہ اور اپنے خچر پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ جیسے ہی وہ دارالامارہ کے نزدیک پہنچے تو ایسا محسوس کیا کہ جیسے کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہو۔ اس خوف کی بنا پر اس نے حسان بن خارجہ سے پوچھا: اے بھتیجے! خدا کی قسم میں اس مرد (ابن زیاد) سے خائف ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا: اے چچا جان! خدا کی قسم مجھے آپ کے بارے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ یہ فکر اپنے ذہن سے نکال دیں۔ لیکن حسان کو یہ علم نہیں تھا کہ ابن زیاد نے ہانی کو کس لئے طلب کیا ہے۔ ہانی اپنے ہمرائیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پہونچے۔ جب عبیداللہ کی نگاہ ہانی پر پڑی تو اس نے کہا: وہ شخص کہ جو تمہارے ساتھ خیانت کر رہا ہے وہ خود تمہارے پاس آ گیا ہے، پھر اُس نے شریح کی طرف رخ کیا جو کہ اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمرو بن معدی کرب زبیدی کا یہ شعر پڑھا:

اُرید حیاتہ و یرید قتلی   غدیرک من خلیلک عن مراد

ابن زیاد کا ہانی کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد اور شعر پڑھنے کی غرض یہ تھی کہ میں تو ہانی کی زندگی چاہتا ہوں، لیکن وہ اپنے گھر میں میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ ہانی نے کہا: اے امیر آپ کی اس بات کا کیا مقصد ہے؟

کہا: اے ہانی خاموش رہو! یہ کیسے اقدامات ہیں کہ جو تم اپنے گھر میں بیٹھ کر امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے خلاف انجام دے رہے ہو؟ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں بیٹھا رکھا ہے اور اپنے گھر کے اردگرد اس کیلئے اسلحہ اور جنگی سپاہی جمع کر رکھے ہیں، اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اس سے بے خبر ہوں؟

ہانی نے جواب دیا: میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: تم نے ایسا کیا

ہے! دوبارہ ہانی نے کہا: میں نے یہ کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: میرے غلام معقل کو میرے پاس بلاؤ۔ معقل ابن زیاد کا جاسوس تھا جو کہ مسلم اور ان کے ساتھیوں کے متعلق خبریں دیتا اور ان کے رازوں کو حاصل کرتا تھا۔ معقل آیا اور ابن زیاد کے قریب کھڑا ہو گیا ہانی کی نظر جب اس پر پڑی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جاسوس تھا۔

ہانی نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم میں نے مسلم کو اپنے گھر پر دعوت نہیں دی۔ وہ خود پناہ لینے کیلئے آئے تو میں نے بھی ان کو رد نہ کیا اور انھیں پناہ دی۔ اس وجہ سے میرا یہ وظیفہ ہے کہ میں ان کی حفاظت کروں اور ان کو اپنا مہمان رکھوں۔ اور اب جب کہ تم اس سے آگاہ ہو گئے ہو تو مجھے اجازت دو تا کہ میں ان سے کہوں کہ وہ میرا گھر چھوڑ دیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں۔ تا کہ میں اپنی ضیافت کے وظیفہ سے بری الذمہ ہو جاؤں۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم جب تک تم مسلم کو ہمارے سامنے حاضر نہیں کرتے ہرگز یہاں سے نہیں جا سکتے۔ ہانی نے جواب دیا: میں ہرگز انکو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ کیا اپنے مہمان کو تمہارے حوالے کروں تا کہ تم اسے قتل کر دو؟

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم تم کو اسے ضرور میرے حوالے کرنا پڑیگا۔ ہانی نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔

جب ان کے مابین گفتگو طویل ہو گئی تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: اے امیر مجھے اجازت دو تا کہ میں ہانی سے تنہائی میں بات کروں۔ وہ کھڑا ہوا اور دارالامارہ میں ایک طرف لے گیا۔ ابن زیاد ان سے اتنا قریب تھا کہ ان کو دیکھ رہا تھا اور جو ان کے مابین گفتگو ہو رہی تھی اس کو سن رہا تھا۔ مسلم نے کہا: اے ہانی میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالو اور اپنے قبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو! خدا کی قسم میں تم کو موت سے نجات دلاؤں گا۔ مسلم بن عقیل ان لوگوں کے چچازادہ بھائی ہیں یہ انکو قتل نہیں کرینگے اور انکو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔ انکو لے آؤ اور یہ کام ذلت و رسوائی کا باعث نہیں ہوگا۔ چونکہ آپ اس کو امیر کے حوالے کر رہے ہیں تو امیر کے حوالے کرنا کوئی عیب نہیں

ہے۔

ہانی نے کہا! خدا کی قسم یہ کام میرے لئے باعث رسوائی ہے وہ شخص کہ جو میری پناہ میں ہے اور میرا مہمان ہے اور پیغمبر اسلام کے فرزند کا نمائندہ ہے میں اسے دشمن کے سپرد کیسے کردوں؟ خدا کی قسم اگر کوئی بھی میری مدد نہ کرے اور میں تنہا رہ جاؤں تب بھی میں ان کو ابن زیاد کے حوالے نہ کروں گا، چاہے مجھے ان سے پہلے قتل کیا جائے۔

مسلم بن عمرو نے قسمیں دینا شروع کی لیکن ہانی کہتے رہے کہ خدا کی قسم میں انکو ابن زیاد کے سپرد نہیں کروں گا۔ ابن زیاد نے یہ بات سنی تو کہا: اسے میرے قریب لے آو۔ ہانی کو اس کے نزدیک لایا گیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم تمہیں مسلم بن عقیل کو حاضر کرنا پڑے گا ورنہ تمہارا سر تن سے جدا کردونگا۔

ہانی نے کہا: اگر تم ایسا کروگے تو یاد رکھو کہ تم اپنے گھر کے اردگرد تلواریں دیکھو گے۔

ابن زیاد نے حقارت کے ساتھ کہا: تمہاری یہ جرأت ہمیں تلواروں سے ڈرانا چاہتے ہو۔ اور ہانی یہ خیال کرر ہے تھے کہ آپ کے قبیلے والے آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ عبید اللہ نے کہا: اسے میرے نزدیک لاؤ۔ اس کے نزدیک لے گئے۔ تو اس نے چھڑی سے ہانی کے منہ و ناک اور پیشانی پر مارنا شروع کیا۔ اور اس قدر ناک پر مارا کہ وہ ٹوٹ گئی اور خون آپ کے لباس پر بہنا شروع ہوگیا۔ آپ کے چہرے اور پیشانی کا گوشت آپ کی داڑھی پر آویزاں ہونے لگا، یہانتک کہ چھڑی بھی ٹوٹ گئی۔

ہانی نے جھپٹ کر اس کے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی، لیکن ویسے ہی ایک سپاہی نے ان کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور ابن زیاد نے بلند آواز سے پکارا اسے گرفتار کرو۔ وہ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے دارالامارہ کے ایک کمرہ میں لے گئے۔ اور دروازہ بند کردیا۔ ابن زیاد کے حکم سے آپکی حفاظت کیلئے کچھ سپاہی مقرر کردیے گئے۔

اسی وقت اسماء بن خارجہ یا (ایک قول کے مطابق) حسان بن اسماء اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اے امیر تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہانی کو تمہارے پاس لے آئیں اور جب ہم انکو تمہارے

پاس لائے تو تم نے انکا منہ توڑ دیا۔ اور انکی ڈاڑی کو خون سے رنگین کردیا۔ اور یہ گمان کرتے ہو کہ اس کو قتل کردوگے؟۔ یہ سن کر ابن زیاد نے غضبناک ہوکر کہا کہ: تم بھی ہمارے پاس ہو؟ اور پھر حکم دیا کہ اس کو اتنا مارو کہ یہ خاموش ہوجائے۔ پھر اس کو باندھ کر کے دارالامارہ کے ایک گوشہ میں قید کردیا۔ جب انھوں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ گویا کہ اسے ہانی کی وہ بات یاد آئی جو اس نے دارالامارہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تھی۔ جیسے ہی عمرو بن حجاج کہ جس کی بیٹی (رویحہ) ہانی کی بیوی تھی۔ اسے ہانی کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو وہ اپنے تمام قبیلہ والوں کے ساتھ آئے اور دارالامارہ کا محاصرہ کرلیا اور آواز دی کہ میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے بزرگان ہیں۔ ہم نے نہ تو بادشاہ کی اطاعت سے روگردانی کی ہے اور نہ تو مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہوئے ہیں، بلکہ سنا ہے کہ تم نے ہمارے قبیلہ کے سردار ہانی کو قتل کردیا ہے؟

ابن زیاد ان کے اس طرح اکٹھا ہونے اور ان کی گفتگو سے آگاہ ہوا تو اس نے قاضی شریح کو حکم دیا کہ جاؤ ہانی کو دیکھو اور اسکے قبیلے والوں کو ھانی کے زندہ ہونے کی اطلاع دو۔ شریح گیا اور اس نے کہا: کہ ہانی کو قتل نہیں کیا گیا۔ تو قبیلہ مذحج والے اس کی خبر پر راضی ہوکر واپس چلے گئے۔

مسلم بن عقیلؓ کا قیام

جب ہانی کے قتل ہونے کی خبر مسلم بن عقیل کو پہنچی تو مسلم بن عقیل اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ جو کہ ان کی بیعت کرچکے تھے ابن زیاد سے جنگ کیلئے گھر سے باہر نکل آئے۔ ابن زیاد نے دارالامارہ میں پناہ لی اور اس کے دروازے بند کردے ہے۔ اور اس کے بعد ابن زیاد کے ساتھیوں اور مسلم بن عقیلؓ کے ساتھیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ اور وہ افراد جو ابن زیاد کے ساتھ دارالامارہ میں تھے وہ دارالامارہ کی چھت پر گئے اور انھوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کو شام سے آنے والی فوجوں کی دھمکی دینا شروع کی۔ اس طرح جنگ

لڑتے ہوئے رات ہوگئی۔ مسلم بن عقیل کے ساتھی رفتہ رفتہ منتشر ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم کیوں خواہ مخواہ خود کو فتنہ کی آگ میں ڈالیں؟ بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ اور مسلم اور ابن زیاد کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ خدا ان کے درمیاں اصلاح کر دے۔ یہ کہہ کر تمام لوگ چلے گئے۔ دس افراد مسلم کے ساتھ رہ گئے۔

اس دوران مسلم مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آئے تو وہ دس آدمی بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مسلم نے ایسی صورتحال دیکھی تو مسجد سے تنہا غریب الوطنی کی صورت میں باہر آئے اور کوفہ کی گلیوں میں چلنے لگے، چلتے چلتے طوعہ نامی عورت کے گھر کے دروازہ کے سامنے پہنچے اور اس سے پانی طلب کیا۔ تو وہ عورت پانی لائی۔ مسلم نے پانی پیا، اس کے بعد مسلم نے پناہ طلب کی۔ اسی عورت نے اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ لیکن اس کے بیٹے نے اس قضیہ کی خبر ابن زیاد تک پہنچادی۔

عبیداللہ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو طلب کیا۔ اور اُسے ایک لشکر کے ساتھ مسلم کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا جب وہ لوگ اس عورت کے گھر کے قریب پہنچے اور مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو زرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور انکی کثیر تعداد کو ہلاک کیا۔ محمد بن اشعث نے بلند آواز سے کہا: اے مسلم! تم ہماری امان میں ہو۔

مسلم نے کہا: دغاباز، فاسق و فاجر لوگوں کی امان کوئی امان نہیں ہوتی۔ اس کے بعد پھر جنگ لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ اور رجز کے عنوان سے شاعر حمران بن مالک خثعمی کے اشعار پڑھے۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں مارا نہیں جاؤں گا مگر آزادی کی حالت میں۔ اگرچہ مجھے موت کا جام تلخی و سختی کے ساتھ ہی پینا پڑے۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے دھوکے سے گرفتار کیا جائے۔ اسی طرح میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کو کڑوے

پانی کے ساتھ مخلوط کروں، ہر شخص کو ایک نہ ایک دن مشکل کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، لیکن میں تم پر اپنی تلوار سے حملہ کروں گا۔ اور مجھے تم سے کسی بھی قسم کے ضرر و نقصان کی پروا نہیں ہے۔

ابن زیاد کے لشکر نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے مسلم! محمد بن اشعث آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ اور فریب نہیں دے رہا ہے۔ مسلم نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنا حملہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ تلواروں اور نیزوں کے زخموں کی کثرت سے جسم نڈھال ہو گیا۔ اور ایک کمینہ نے نیزہ کے ساتھ پشت سے حملہ کیا جس سے آپ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے، اسوقت آپکو گرفتار کر لیا گیا۔

اشقیاء جب آپکو ابن زیاد کے پاس لے گئے تو مسلم نے اُسے سلام نہ کیا۔ ایک سپاہی نے کہا: امیر کو سلام کرو! مسلم نے کہا: لعنت ہو تم پر میرا یہ امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ تم سلام کرو یا نہ کرو قتل ہونا ہی ہے۔ مسلم نے کہا: اگر تو مجھے قتل کرے گا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ تم سے زیادہ ناپاک افراد نے مجھ سے زیادہ بہتر افراد کو قتل کیا ہے۔ اور اس سے پست بات یہ ہے کہ تم لوگوں کو بے غیرتی سے قتل کرتے ہو۔ اور دردناک حالت کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اور اپنی بے غیرتی کو ظاہر کرتے ہو۔ جب تم دشمن پر غلبہ پاتے ہو تو اس کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہو۔ تم ظلم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مکر و فریب میں کوئی تمہارا ثانی نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اے نافرمان فتنہ گر! تو نے اپنے امام سے بغاوت کی ہے، اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کیا ہے۔

مسلم نے کہا: اے ابن زیاد تو جھوٹ بولتا ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و وحدت کو معاویہ اور اسی کے بیٹے یزید نے تباہ و برباد کیا ہے۔ اور فتنہ کو تو اور تیرے باپ زیاد بن عبید نے ایجاد کیا ہے (عبید قبیلہ بنی علاج کا غلام تھا اور ان کا تعلق ثقیف سے تھا) مجھے امید ہے کہ خداوند مجھے شہادت نصیب فرمائے گا۔ اور یہ شہادت مجھے بدترین افراد کے ہاتھوں

سے ملے گی۔ابن زیاد نے کہا:

اے مسلم تو نے اقتدار کی ہوس میں یہ اقدام کیا،لیکن خدا نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ مقام حاصل ہو، بلکہ وہ مقام اسکے اہل کے حوالہ کردیا۔

مسلم نے کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! تمہاری نظر میں اس مقام کا حقدار کون تھا؟ اس نے کہا: یزید بن معاویہ۔ مسلم نے کہا: الحمدللہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم ہو۔ ابن زیاد نے کہا: کیا تم بھی اس بات کا دعوی کرتے ہو کہ اس خلافت میں تمہارا بھی کوئی حصہ ہے۔ مسلم نے کہا: خدا کی قسم میرا خیال نہیں بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: اے مسلم مجھے بتاؤ تم کس مقصد کیلئے اس شہر میں آئے ہو کہ اس کے نظم ونسق کو درہم برہم کر دیا؟

مسلم نے کہا: میں اختلاف اور شورش برپا کرنے کیلئے نہیں آیا۔ مگر چونکہ تم نے بُرے اعمال انجام دیئے اور نیک اعمال کو تباہ کیا اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے ہو اور انھیں حکم خدا کے خلاف وادار کیا ہے اور ان کے ساتھ ایران وروم کے بادشاہوں جیسا سلوک کیا، لہذا ہم آئے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیں بُرے کاموں سے روکیں۔ اور انھیں قرآن وسنت پیغمبر اسلام کا تابع بنائیں اور ہم اس کام کیلئے سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

ابن زیاد نے یہ سُن کر آپکو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور حضرت علیؑ اور حضرت امام حسنؑ وحسینؑ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

مسلم نے کہا: تو اور تیرا باپ ان گالیوں کا زیادہ حقدار ہے۔

اے دشمن خدا! تو جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے کرو۔

حضرت مسلمؑ اور حضرت ھانیؒ کی شھادت

ابن زیاد نے بکر بن حمران کو حکم دیا کہ مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جائے اور

اُسے قتل کردے۔ مسلم راستہ میں خدا کی تسبیح پڑھتے رہے اور خداوند سے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ اور حضرت محمد وآل محمدؐ پر درود بھیجتے رہے۔ اور جب چھت پر پہنچے تو ظالم نے مسلم کے جسم سے سر کو جدا کر دیا، اور ان کے جسد اطہر کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا۔ ابن زیاد نے کہا: تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

تو اس قاتل نے جواب دیا کہ جب میں مسلم کو قتل کر رہا تھا ایک سیاہ چہرے والا بدصورت مرد میں نے دیکھا کہ جو میرے مدمقابل کھڑا تھا۔ اور اپنی انگلیوں کو اپنے دانتوں سے چبا رہا تھا۔ میں اس کو دیکھ کر اسقدر خوفزدہ ہو گیا ہوں کہ اس طرح میرا دل کبھی بھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔

ابن زیاد نے کہا: شاید مسلم کے قتل کرنے سے تم پر یہ وحشت طاری ہو گئی ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہانی کو لایا جائے۔ اُنکو قتل کرنے کیلئے ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ تو اس دوران ہانی کہہ رہے تھے: میرا قبیلہ کہاں اور میرے رشتہ دار کہاں ہیں؟ جلاد نے کہا: اپنی گردن آگے لاؤ۔ ہانی نے کہا: خدا کی قسم اپنے قتل میں تیری مدد نہیں کر سکتا۔ ابن زیاد کا غلام کہ جس کو رشید کہتے ہیں اس نے تلوار کے ذریعہ ہانیؒ کو قتل کر دیا۔

حضرت مسلمؑ اور ہانی کی شھادت کے سلسلہ میں عبداللہ بن زبیر اسدی نے یہ مرثیہ پڑھا ہے۔ اس مرثیہ کو کہنے والے شاعر ایک قول کے مطابق فرزدق ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ سلیمان حنفی ہیں۔

اشعار کا ترجمہ: اے قبیلہ مذحج! اگر نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو کوفہ کے بازار میں مسلم اور ہانی کو دیکھنے کیلئے آؤ۔ ایک وہ مرد شجاع ہے کہ جس کے چہرہ کو تلواروں نے زخمی کیا اور دوسرے وہ مرد شجاع کہ جس کو قتل کرنے کے بعد قصر کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا۔ ابن زیاد نے انھیں اسیر کیا اور دوسری صبح سے لوگوں کیلئے ایک داستان بن گئی۔ اور تم ایسے جسد کو دیکھو کہ موت نے جس کے رنگ کو متغیر کر دیا اور جس کا خون راستہ میں بہہ رہا ہے۔ ایسا جوانمرد جو باحیا عورتوں سے بھی زیادہ باحیاء ہے۔ جو دودھاری صیقل کی ہوئی تلوار سے بھی تیز

کاٹنے والی ہے۔

کیا اسماء بن خارجہ کہ جس نے ہانی کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور وہ قتل ہونے سے امان میں رہے؟ درحالانکہ قبیلہ مذحج اس سے ھانی کے خون کے طلب گار ہیں تو اس وقت قبیلہ مراد ھانی کے اطراف چکر لگا رہے تھے اور ایک دوسرے سے اس کا حال پوچھ رہے تھے اور اس کے لئے فکرمند تھے۔

اے قبیلہ صراد!! اگر تم اپنے بھائی ھانی کے خون کا بدلہ نہیں لیتے تو تمھاری مثال ان عورتوں کی ہے کہ جو کم پیسوں پر اپنی آبرو بیچنے پر تیار ہو جاتی ہیں۔

ابن زیاد نے مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ کی شہادت کے بارے میں یزید کو خبر دی۔ چند دنوں کے بعد اس کا جواب آیا: جس میں اس نے ابن زیاد کے اس عمل کا شکریہ ادا کیا، اور لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) تمہاری طرف کوفہ آ رہے ہیں۔ لیکن اس وقت تمہیں چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور ان سے انتقام لو، اور اگر کسی کے بارے میں مخالفت کا وہم وخیال بھی ہے تو اُسے فوراً زندان میں ڈال دو۔

امام حسین (علیہ السلام) کی عراق روانگی

امام حسین (علیہ السلام) ۳ ذی الحجہ بروز منگل اور ایک قول کے مطابق ہشتم ذی الحجہ بروز بدھ ۶۰ھ کو مسلم کی شہادت سے مطلع ہونے سے پہلے مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ جس دن امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے نکلے اُسی دن مسلم کی شہادت واقع ہوئی۔ روایت میں ہے کہ جب امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے عراق روانہ ہونے لگے تو آپ نے لوگوں کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: خداوند کریم کی حمد وثنا اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود وسلام کے بعد فرمایا: موت بنی آدم کیلئے اسی طرح باعث زینت ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار باعث زینت ہے۔ میں اپنے آباء اجداد کی زیارت کا شدت سے مشتاق ہوں، جس

طرح کہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی زیارت کے مشتاق تھے...... میرے قتل ہونے کی جگہ مشخص ہو چکی ہے۔ اور مجھے یقیناً وہاں پہنچنا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھوکے بھیڑیے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے جسم کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ تا کہ وہ اپنے بھوکے پیٹوں کو بھر لیں۔ اور اپنی خالی جھولی کو اس سے پُر کر لیں۔ لکھی ہوئی تقدیر سے فرار ممکن نہیں اور خدا جس کام پر راضی ہوتا ہے ہم اہل بیت بھی اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو خدا کی طرف سے بلأ نازل ہوتی ہے ہم اس پر صبر وشکر کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا کریگا۔

ہم پیغمبر خداؐ کے جسم کے ٹکڑے ہیں۔ اور ان سے جدا نہیں ہیں اور جنت میں ان کے ساتھ ہونگے اور ہمارے وسیلہ سے حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے رسولؐ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے گا۔ جو بھی ہمارے ساتھ خدا کیلئے قربان ہونے پر تیار ہے اور لقاء خداوند کا مشتاق ہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ پس کیونکہ خداوند کریم کی مدد سے ہم کل صبح مکہ سے روانہ ہو جائیں گے۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری امامی اپنی کتاب (دلائل الامامہ) میں بسند خود روایت کرتے ہیں کہ ابومحمد واقدی اور زرارہ بن خلیج کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسین (علیہ السلام) سے عراق کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ملاقات کی۔ اور ہم نے کوفیوں کی سستی کے بارے میں امامؑ کو آگاہ کیا اور انکی خدمت میں عرض کیا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن انکی تلواریں آپکو قتل کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔ امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے دست مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور کثیر تعداد میں فرشتے کہ جن کی تعداد خدا کی سوا کوئی نہیں جانتا امامؑ کی خدمت میں نازل ہوئے۔ تو اس کے بعد فرمایا:

اگر خداوند کریم کی مشیت نہ ہوتی کہ میرا بدن زمین کربلا کے قریب ہو، اور مجھے اپنی شہادت کے اجر کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں الٰہی لشکر کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا، لیکن مجھے یقین ہے سوائے میرے بیٹے علی ابن حسین (علیہ السلام)

کے میری اور میرے تمام ساتھیوں کی قتل گاہ کربلا ہے۔

معمر بن مثنّٰی اپنی کتاب (مقتل الحسین (علیہ السلام)) میں روایت نقل کرتے ہیں۔ جیسے ترویہ کا دن آیا، عمرو بن سعید بن عاص اپنے کثیر تعداد لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا کہ جسکو یزید نے مامور کیا تھا کہ اگر تم انھیں قتل کر سکتے ہو تو قتل کر دینا، اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی اُن سے جنگ کرنا۔ لیکن امام حسین (علیہ السلام) اُسی دن مکہ سے روانہ ہو گئے)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح کو امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے روانگی کا اردادہ رکھتے تھے اسی رات محمد بن حنفیہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: بھائی جان آپ جانتے ہیں کہ کوفیوں نے آپ کے باپ اور بھائی کو فریب دیا۔ اور مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی کہیں وہی سلوک نہ کریں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو مکہ ہی میں رہ جائیں، کیونکہ آپ عزیز ترین افراد میں سے ہیں۔

تو امامؑ نے فرمایا: کہ مجھے خوف ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے ناگہان حرم خدا میں قتل نہ کرادے۔ اور میرے قتل کی وجہ سے حرمت بیت اللہ پامال ہو جائے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: اگر اس بات کا خوف ہے تو پھر آپ یمن کی طرف ھجرت کر جائیں، چونکہ وہاں آپ کی قدر دانی کرنے والے ہونگے اور اس طرح آپ تک یزید کی رسائی بھی نہ ہو سکے گی۔ یا آپ کسی صحرا و جنگل میں چلے جائیں، اور وہیں پر رہیں۔ تو امامؑ نے فرمایا: میں تمھاری اس تجویز پر غور و فکر کرونگا۔

کاروان حسینی کی مکہ سے روانگی

آدھی رات کا وقت تھا کہ امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے روانہ ہوئے اور جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہ کو ملی تو انھوں نے آکر حضرتؑ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: اے بھائی جان کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ میں اس بارے میں تأمل کرونگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، تو انھوں

نے پوچھا: پھر آپؑ جانے میں کیوں اتنی جلدی سے کام لے رہے ہیں۔

تو امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: تمہارے جانے کے بعد مجھے نانا رسول کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو انھوں نے فرمایا: ﴿یا حُسَیْنُ اُخْرُجْ اِلَی الْعِراقِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ شاءَ اَنْ یَراكَ قَتِیْلاً﴾ اے حسین تم عراق کی طرف روانہ ہو جاؤ، اللہ کی مشیت اسی میں ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔

محمد حنفیہ نے کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ آپ جب قتل ہونے کیلئے جارہے ہیں تو پھر حرم رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمراہ کیوں لے جارہے ہیں؟

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مجھے رسول خداؐ نے خبر دی ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ قَدْشَاءَ اَنْ یَراھُنَّ سَبَایَا﴾ کہ خدا کی مشیت اسی میں ہے کہ انھیں اسیر دیکھے، اس کے بعد محمد حنفیہ رخصت ہو کر چلے گئے۔

محمد بن یعقوب کلینی (رہ) اپنی کتاب (رسائل) میں حمزہ بن حمران سے نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: میں ایک مجلس میں امام حسین (علیہ السلام) کی روانگی اور محمد بن حنفیہ کا انکے ہمراہ نہ جانے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ جب کہ اس وقت مجلس میں امام صادقؑ بھی تشریف فرما تھے۔ انھوںؑ نے مجھ سے کہا: اے حمزہ! تمہارے لئے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ اسکے بعد مجھ سے محمد بن حنفیہ کے بارے میں کوئی سؤال نہ کرنا اور وہ حدیث یہ ہے کہ جب امام حسین (علیہ السلام) مکہ سے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے ایک کاغذ طلب کیا اور اس پر لکھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسین بن علی (علیہ السلام) کی طرف سے قبیلہ بنی ھاشم کے نام

اما بعد: جو بھی میرے ساتھ چلے گا وہ شہید ہوگا اور جو میرے ہمراہ نہ جائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ والسلام

فرشتوں کا امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت کیلئے آنا

شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان اپنی کتاب (مولد النبی و مولد الاوصیاء) میں اپنے

اسناد معتبر کے حوالہ سے امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں۔ جب امام حسین (علیہ السلام) نے مکہ سے ھجرت کی تو فرشتوں کی جماعتیں جنھوں نے رسول خداؐ کی نصرت کی تھی اس حالت میں کہ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ اور بہشتی گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کے بعد عرض کی: اے حجت خدا! پروردگار عالم نے بہت سی جنگوں میں ہمارے توسط سے آپ کے جدامجد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نصرت کی۔ اب ہمیں آپ کی نصرت کیلئے بھیجا ہے۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرشتوں سے فرمایا: میری اور آپ کی وعدہ گاہ کربلا ہے کہ میں اس جگہ قتل کیا جاؤں گا۔ جب میں کربلا پہنچوں گا تو اس وقت میرے پاس آنا۔ تو فرشتوں نے عرض کیا: کہ ہم خدائے متعال کی طرف سے مأمور ہیں کہ آپ کے فرمان کی اطاعت کریں۔ اگر آپ کو اپنے دشمن سے خوف ہے تو ہم آپ کی خدمت میں رہیں۔ امامؑ نے فرمایا: جب تک میں کربلا نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک وہ مجھے تکلیف نہیں پہنچا سکتے۔

مؤمن جنات کا امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت کیلئے آنا

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں مؤمن جنات کے گروہ آئے، اور انھوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے شیعہ اور آپ کا ساتھ دینے والے ہیں۔ جو بھی آپ چاہئیں کہ وہ ہمیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ دستور دیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیں اور آپ اپنے وطن میں ہی رہیں۔

امام حسین (علیہ السلام) نے ان کے حق میں دعا کی اور ان سے فرمایا: کیا تم نے قرآن کو نہیں پڑھا۔

جو میرے جدامجد رسول خداؐ پر نازل ہوا جس میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے؛ لوگوں سے کہو اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تو جس کے مقدر میں قتل کیا جانا لکھا ہے وہ ضرور اپنی قبروں تک پہنچ جائیں گے۔ تو امام نے فرمایا مدینہ میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس اگر

میں اپنے گھر میں رہوں تو ان اشقیاء کا امتحان اللہ تعالیٰ کس چیز سے لے گا۔ اور میری قبر میں کون جائے گا۔

درحقیقت جس دن خداوند متعال نے زمین کا فرش بچھایا تو اس نے سرزمین کربلا کو میرے لئے منتخب کیا۔ اور ہمارے شیعوں اور دوستوں کی پناہ گاہ قرار دیا۔ اور ان کے اعمال اور انکی دعاؤں کو اس جگہ قبول فرمائے گا۔ ہمارے شیعہ وہاں پر آباد ہونگے' اور ان کیلئے دنیا و آخرت میں امان ہوگی۔ لیکن تم ہفتہ کے دن جو عاشورہ کا دن ہے میرے پاس آنا۔

اور ایک دوسرے روایت میں ہے کہ حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے روز آنا کہ میں اس دن عصر کے وقت قتل کیا جاؤں گا۔ اور میرے رشتہ داروں اور بھائیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ اور ہمارے سروں کو یزید کے پاس لے جایا جائیگا۔

اُس دن میرے پاس آنا۔ تو جنوں نے عرض کیا: خدا کی قسم اگر آپکے امر کی اطاعت ہم پر واجب نہ ہوئی تو آپ کی اجازت کے بغیر قبل اس کے کہ وہ آپ کو کوئی آزار پہنچاتے آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتے۔ امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم اسے زیادہ انھیں قتل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، لیکن ہمارا مقصد اُن پر اتمام حجت کرنا ہے۔ تا کہ جو بھی ھلاک ہوں وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو سعادت کو پہنچے وہ بھی دلیل کے ساتھ

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے سفر کو جاری رکھا، یہاں تک کہ منزل تنعیم تک پہنچے، تو اس جگہ پر آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی کہ جو والی یمن بحیر بن یسار کی طرف سے یزید کیلئے ہدیہ لے جا رہے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کے امور کے حقیقی حاکم امام حسین (علیہ السلام) تھے، لہٰذا انھوں نے ان قافلہ والوں سے وہ ہدیہ لے لیا اور اونٹ کے مالکوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی چاہے ہمارے ساتھ عراق تک چلے ہم اس کا کرایہ ادا کرینگے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرینگے اور جو افراد واپس یمن جانا چاہتے ہیں ہم انھیں یہاں تک کا کرایہ دینگے۔ ان میں سے بعض لوگ امامؑ کے همراہ جانے کیلئے تیار ہوگئے۔ بعض لوگ

واپس چلے گئے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے منزل ذات عراق پر پہنچے، تو اس مقام پر بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی جو عراق سے آرہے تھے اور ان سے پوچھا کہ اہل عراق کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور انکی تلواریں بنوامیہ کی مدد کرینگی۔

حضرت نے فرمایا: تم نے درست کہا: خدا جو چاہتا ہے وہی انجام دیتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اُسی کا حکم کرتا ہے۔

قافلہ روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت مقام ثعلبیہ پر پہنچے، تو آپ کو نیند آ گئی۔ ایک لحظہ کے بعد بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا آپ بہت جلدی سے جا رہے ہیں اور موت آپکو بہشت کی طرف جلدی سے لے جا رہی۔ آپ کے فرزند ارجمند علی اکبر نے کہا: ﴿يَا اَبَةَ فَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ ؟﴾ اے باباجان کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ تو علی اکبر نے کہا: ﴿ اِذَنْ لَا نُبَالِيُ بِالْمَوْتِ ﴾ تو پھر ہمیں موت کی پروہ کیا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میرے نور عین! خدا تم کو جزائے خیر دے۔ اس رات آپ نے مقام ثعلبیہ ہی پر قیام کیا۔

امام حسین (علیہ السلام) کی اباھرہ سے ملاقات

اول صبح کے وقت ایک شخص کہ جس کی کنیت اباھرہ تھی، کوفہ سے آیا اور اس نے حضرت کی خدمت میں سلام کیا اور کہنے لگا: اے فرزند رسول خداؐ: کیا وجہ ہے کہ آپ نے حرم خدا اور اپنے جد کا حرم چھوڑا؟۔ حضرت نے فرمایا: اے اباھرہ:

بنی امیہ نے میرا مال لوٹا تو میں نے صبر کیا مجھے گالیاں دیں، میں نے برداشت کیا، لیکن اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہاں سے ھجرت کی ہے۔ خدا کی قسم یہ افراد مجھے ضرور قتل کرینگے، لیکن خدا انھیں ذلیل و رسواء کریگا اور تیز تلوار کے ساتھ ان سے انتقام لے گا۔ اور ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کریگا جو انکو قوم سبا سے زیادہ ذلیل کریگا کہ جن پر ایک عورت کو مسلط کیا تھا۔ جو ان کے خون اور اموال میں جیسا چاہتی تھا حکم کرتی تھا۔ یہ کہکر

امامؑ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

زھیر بن قین کا امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں مشرف ہونا

قبیلہ بنی فرارہ اور قبیلہ بنی بجیلہ کے بعض لوگو نے نقل کیا ہے: ہم زھیر بن قین کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور امام حسین (علیہ السلام) کے قافلہ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اتفاقاً امامؑ کے قافلہ سے ملاقات ہو گئی، لیکن چونکہ زھیر نہیں چاہتے تھے کہ وہ امامؑ سے ملاقات کریں، لہذا جس جگہ بھی امام قیام کرتے تو ہم لوگ ان سے کچھ دور قیام کرتے۔

یہاں تک کہ ایک روز ایسا آیا کہ ایک ہی جگہ پر جہاں پر امام حسین (علیہ السلام) رکے، ہمیں بھی مجبوراً رکنا پڑا۔ چنانچہ جس وقت ہم کھانا کھانے میں مصروف تھے تو ایک شخص امام حسین (علیہ السلام) کی طرف سے آیا، سلام کہا اور کہنے لگا کہ اے زھیر بن قین مجھے امام حسین (علیہ السلام) نے بھیجا ہے کہ تمھیں بلا کر لاؤں۔ امامؑ کا یہ پیغام سنتے ہی ہم سب کے ہاتھوں سے لقمے گر پڑے اور ہم لوگ گہری فکر میں ڈوب گئے۔ گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔

زھیر کی زوجہ (دیلم بنت عمر) نے کہا: سبحان اللہ، تعجب ہے تم پر کہ فرزند رسول تمھیں بلائے اور تم نہ جاؤ؟ اگر جا کر انکی باتیں سن لوگے تو کیا ہو جائیگا؟ زھیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھے اور امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچے، چند لحظوں کے بعد وہ پر مسرت چہرہ کے ساتھ واپس لوٹے۔ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے اپنے خیموں کو اکھاڑ کر امام حسین (علیہ السلام) کے خیموں کے نزدیک نصب کردو اور اپنی زوجہ سے کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے تجھے مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ امامؑ کے ساتھ رہوں گا اور اپنی جان ان پر نثار کروں۔

اس کے بعد اپنی زوجہ کا مال و متاع اس کے سپرد کر دیا، اور اُسے اس کے چچازاد بھائیوں کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اُسے کے اقرباً تک پہچادیں۔ زوجہ زھیر کے نزدیک آئی اور رونے لگی اور اس سے الوداع کرتے ہوئے کہا: خدا تمہارا مددگار ہو، اور تجھے سعادت نصیب فرمائے۔ اور کہا: اے زھیر! میری آرزو ہے کہ جب تم روز قیامت امام حسین (علیہ السلام) کے جد

بزرگوار سے ملاقات کرو تو مجھے بھی یاد کرنا۔ اس کے بعد زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جو بھی میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے میرے ساتھ چلے، ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

اور حسین (علیہ السلام) اُس مقام سے مقام زبالہ کی طرف روانہ ہوئے، اور وہاں پہنچ کر شہادت مسلم سے باخبر ہوئے۔ حضرتؑ کے اصحاب بھی اس خبر سے مطلع ہوئے اور وہ افراد جو امامؑ کے ہمراہ دنیاوی ریاست وطمع کی خاطر آرہے تھے وہ امام کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور حضرت کے اہل بیتؑ اور باوفا اصحاب ان کے ہمراہ ہی رہے۔ چنانچہ مسلم کی شہادت پر امامؑ اور انکے اہل بیتؑ واصحاب گریہ وزاری کرنے لگے، آنکھوں سے اشک جاری تھے، لیکن امام حسین (علیہ السلام) نے شہادت کے اشتیاق میں اپنے سفر کو جاری رکھا۔

فرزدق شاعر دوران سفر امامؑ کی ملاقات سے مشرف ہوئے عرض کی: اے فرزند رسول خداؐ! جن لوگوں نے مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا ہے۔ ان پر آپ کیسے اعتماد کر رہے ہیں۔ امام حسین (علیہ السلام) نے رو کر فرمایا: خدا مسلم کی مغفرت کرے کہ جنہوں نے زندگی جاوید پائی، خداوند کے رزق سے مالا مال ہوئے اور بہشت میں داخل ہوئے۔ انہوں نے خداوند کریم کی خوشنودی پائی اور اپنے وظیفہ کو انجام دے دیا، لیکن میں نے ابھی اپنا وظیفہ انجام نہیں دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشعار پڑھے۔

ترجمہ: [۱] اگر دنیا کو نفیس وباقیمت شمار کیا جائے تو یہ مسلم ہے کہ خداوند کریم کا اجر وثواب اس بلند و برتر ہوگا۔

[۲] اگر جسموں کو مرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہو تو مرد کیلئے تلوار کے ذریعہ راہ خدا میں قتل ہو جانا افضل ہوگا۔

[۳] جب کہ انسان کی روزی کو تقسیم اور مقدر کر دیا گیا ہے تو مرد کا روزی کیلئے کم حریص ہونا اچھا ہے۔

[۴] اور اگر مال کا جمع کرنا چھوڑ جانے کیلئے ہے تو انسان اس شئی میں کنجوسی کیوں کرے کہ جس کو چھوڑ کر جانا ہے۔

شہادت قیس بن مسہر

امام حسین (علیہ السلام) نے سلیمان صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور کوفہ میں اپنے چند شیعوں کے نام، قیس بن مسہر صیداوی کے توسط سے ارسال کئے۔ قیس جب نزدیک کوفہ پہونچے تو اس کی ملاقات ابن زیاد کے ایک سپاہی حصین بن نمیر سے ہوئی۔ جب اس نے تلاشی لینا چاہی تو قیس نے امام حسین (علیہ السلام) کے خطوط باہر نکال کر ٹکڑے کر دیئے، حصین انکو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ عبید اللہ نے پوچھا تو کون ہے؟ انھوں نے کہا: میں علی بن ابیطالبؑ اور انکی اولاد کا شیعہ ہوں۔

اس نے کہا: تم نے یہ خطوط کس لئے پھاڑے ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس لیے کہ تو اس مطلب سے آگاہ نہ ہو۔ ابن زیاد نے سوال کیا: یہ خطوط کس کی طرف سے تھے؟ جواب دیا: حسین (علیہ السلام) کی جانب سے چند کوفیوں کے نام تھے کہ میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیاد غضبناک ہو کر کہنے لگا: خدا کی قسم جب تک تو ان کے نام نہیں بتائے گا تم کو آزاد نہیں کروں گا یا پھر منبر پر جا کر حسین بن علی (علیہ السلام) اور ان کے باپ اور بھائیوں کو گالیاں دو۔ ورنہ تم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

قیس نے کہا: اس جماعت کے نام تجھے نہیں بتاؤں گا، لیکن میں منبر پر جانے کیلئے تیار ہوں اور حسین (علیہ السلام) اور ان کے باپ کو گالیاں دوں۔ اس کے بعد آپ منبر پر گئے، اور حمد وثناء الٰہی کی، رسول خداؐ پر درود وسلام اور حضرت علی بن ابیطالب، حسن اور حسین علیہم السلام کیلئے طلب رحمت کی اور عبید اللہ بن زیاد اور ان کے باپ اور بنی امیہ کے حامیوں پر لعنت بھیجی۔ اس کے بعد کہا:

ایھا الناس: مجھے امام حسین (علیہ السلام) نے تمھاری طرف بھیجا ہے اور وہ فلاں سرزمین پر ہیں۔ ان کی طرف جاؤ اور ان کی نصرت کرو۔ یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی، تو اس نے حکم دیا کہ اس کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا جائے، لہذا ان کو دارالامارہ کی چھت پر لے جا کر نیچے پھینک دیا، جس سے آپ کی شہادت ہوئی۔

جب ان کی شہادت کی خبر امام حسین (علیہ السلام) کو ملی تو رونے لگے اور فرمایا: خداوندا! ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کیلئے نیک جگہ قرار فرما اور اس میں ہم سب کو ایک جگہ اکٹھا کردے، چوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ روایت میں ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) نے یہ خط اس منزل سے بھیجے تھے جو (حاجز کے نام سے مشہور ہے۔) اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

حربن یزید کا امام حسین (علیہ السلام) کو روکنا

راوی کہتا ہے کہ اس منزل سے گزرنے کے بعد اور کوفہ سے دو منزل پہلے اچانک دیکھا کر حربن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر امام حسین (علیہ السلام) کے سامنے آیا۔ حضرت نے پوچھا: ہماری مدد کیلئے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے آئے ہو؟ حر نے جواب دیا: اے حسینؑ! آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ﴿لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ الاَّ بِا للّٰهِ الْعَلِي الْعَظِيم﴾ پھر آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ یہانتک کہ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: اگر تمہاری رائے ان خطوط کے مخالف ہے جو تم نے اور دیگر افراد نے بھیجے ہیں تو میں جہاں سے آیا ہوں پھر وہیں واپس چلا جاؤں گا۔ حر اور اس کے لشکر نے حضرتؑ کو واپس جانے سے روکا۔

حرؔ نے کہا: اے فرزند رسولؐ! ایسا راستہ انتخاب کریں۔ جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ مدینہ، تا کہ میں ابن زیاد کے سامنے عذر پیش کرسکوں۔ اور کہہ سکوں کہ حسین (علیہ السلام) ایسے راستے پر گئے کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے بائیں ہاتھ پر جانے والا راستہ انتخاب فرمایا، اور مقام عذیب حجانات پر پہنچے، اسی موقع پر ابن زیاد کا خط حر کو ملا۔ اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ تو نے حسین (علیہ السلام) کے ساتھ جو سلوک کیا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں، اور حکم دیا تھا کہ حسین (علیہ السلام) کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

حر اور اس کے لشکر والے حسین (علیہ السلام) کے سامنے کھڑے ہوگئے اور انہیں جانے

سے روک دیا۔ حضرت نے فرمایا: کیا تم نے خود یہ نہیں کہا کہ راستہ تبدیل کرکے جو راستہ کوفہ اور مدینہ کو نہ جاتا ہو، اس پر چلے جایئے؟ اس نے کہا ہاں، لیکن امیر عبیداللہ ابن زیاد کا خط مجھے ملا ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ پر سختی کروں، اور مجھ پر جاسوس مقرر کیے ہیں تا کہ اس کے احکام کو اجرا کروں۔

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) اپنے اصحاب کے درمیاں کھڑے ہوئے۔ حمد وثناءٔ پروردگار کی، اور اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ پر درود بھیجا۔ اسکے بعد فرمایا:

اَلاَ تَرَوْنَ اِلَى الْحَقِّ لاَيُعْمَلُ بِهِ وَاِلَى الْبَاطِلِ لاَيُتَنَاهٰى عَنْهُ لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِى لِقَاءِ رَبِّهٖ حَقًّا حَقًّا ﴾

اے لوگو! جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے تم جانتے ہو حقیقت میں دنیا تبدیل ہو چکی ہے اور اس نے اپنی برائیوں کو ظاہر کردیا ہے۔ نیکیوں کو پس پشت ڈال دیا، اور مسلسل مراد انسان کے خلاف جارہی ہے، لیکن دنیا سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ سوائے اس قطرہ کی مقدار کے برابر جو برتن سے پانی نکالنے کے بعد اس میں رہ جاتا ہے۔ فقط ایک بدترین زندگی کہ جو بنجر و شور زمین کی مانند ہے، اور کچھ باقی نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے نہیں روکا جارہا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مؤمن راہ حق میں شہادت کی آرزو کرے، جسطرح آرزو کرنے کا حق ہے۔ ﴿لاَاَرَى الْمَوْتَ الاَّ سَعَادَتَ وَ الْحَيٰوةَ مَعَ الظَّالِمِيْنَ الاَّ بَرَمًا ﴾ میں موت کو سعادت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، اور ظالموں کے ساتھ جینے کو رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

﴿ اَلنَّاسُ عَبِيْدُ الدُّنْيَا وَ الدِّيْنُ لَعِقٌ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ يَحُوطُوْنَهُ مَادَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَاِذَا مُحِّصُوْا بِالْبَلاَءِ قَلَّ الدَّيَّانُوْنَ ﴾

لوگ دنیا کے غلام ہیں اور دین کا نام فقط زبانوں پر جاری ہے، جب تک زندگانی ان کے منشاومراد کے مطابق رہے۔ وہ دین کی طرف داری کرتے ہیں۔
لیکن اگر انکو بلاؤں کے محاصرہ میں قرار دے کر، انکا امتحان لیا جائے، تو معلوم ہوگا

کہ دنیداروں کی تعدا بہت کم ہے۔

زہیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اے فرزند رسول خداؐ ہم نے آپکی باتوں کو سُنا ہماری نظر میں اس فانی دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر دُنیا کی زندگی ہمیشہ کیلئے ہوتی اور ہم کو اس میں ہمیشہ زندہ رہنا ہوتا پھر بھی ہم آپکے راستہ میں قتل ہونے کو جاوید زندگی پر ترجیح دیتے۔

ان کے بعد ھلال بن نافع بھی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم ہمیں شھادت اور موت سے کوئی خوف نہیں ہے، اور ہم اپنی اسی نیت اور بصیرت پر قائم ہیں۔ آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

ان کے بعد بریر بن خضیر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم خدوند کریم نے ہم پر احسان فرمایا کہ آپکی نصرت کیلئے لڑیں۔ ہمارے جسم آپ کی حمایت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، اور اس کے بدلے آپ کے جد بزرگوار قیامت کے دن ہماری شفاعت فرمائیں۔

امام حسین (علیہ السلام) کا کربلا میں داخلہ

امام حسین (علیہ السلام) اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور سوار ہوئے، لیکن لشکر حر کبھی ان کے جانے پر مانع ہوتا اور کبھی ان کے پیچھے چلتا۔ یہاں تک کہ دوسری محرم کو زمین کربلا پر وارد ہوئے۔ جب حضرت امام حسین (علیہ السلام) اس سرزمین پر وارد ہوئے سوال کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ جواب دیا گیا: کربلا۔ کہا: خداوندا! غم اور بلاؤں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد کہا: ﴿ھذا موضع کرب و بلا انزلوا ھیھنا محط رجالنا ومسفک دمائنا و ھنا محل قبورنا﴾ یہ خوفناک اور بلاؤں کی جگہ ہے۔ یہاں پر اُترو۔ یہی ہمارے مرنے کی جگہ ہے۔ اور ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے، اور ہماری قبور کا مقام ہے۔ اس خبر کو میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے سنا تھا۔ اس کے بعد سب اُتر گئے۔ حر اور اس کا لشکر بھی ایک کنارے پر اُترا، اور اپنے خیمے نصب کر لیئے۔

حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) کی بے چینی

امام حسین (علیہ السلام) بیٹھ کر اپنی تلوار کی اصلاح کرتے ہوئے ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔

یا دھر اف لک من خلیل — کم لک بالا شراق والا صیل
من طالب وضاحب قتیل — والدھر لایقنع بالبدیل
وکل حی سالک سبیل — وانما الامر الی الجلیل

ترجمہ: اے زمانہ تیری دوستی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ دشمنی کے سواء تیرا کچھ کام نہیں۔ صبح وشام تو نے اپنے دوستوں کی ایک جماعت کو قتل کیا، اور زمانہ کسی بدل پر قناعت نہیں کرتا۔ ہر زندہ میری مثل موت کی طرف جا رہا ہے اور ہر امر خدا کے ذمہ ہے۔

حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) نے ان اشعار کو سنا اور کہا: اے بھائی جان! یہ باتیں وہ شخص کرتا ہے جسے اپنے قتل ہونے کا یقین ہو۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میری بہن! حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) نے کہا: اے کاش موت آ جاتی، حسین (علیہ السلام) اپنی شہادت اور موت کی خبر دے رہے ہیں۔ اس وقت اہل حرم کی مستورات رونے لگیں اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگیں گریبان چاک کر دیئے۔ ام کلثوم نے فریاد کی: ﴿وَامُحَمَّدَاهُ وَاعَلِيَّاهُ وَا اُمَّاهُ وَاخَاهُ وَاحُسَيْنَا وَا ضَيْعَتَنَا بَعْدَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ﴾ اے اباعبداللہ! تمہارے بعد بیچارگی سے اماں ہو۔

امام حسین (علیہ السلام) نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا: اے میرے بہن! خدا کی راہ میں صبر کرو۔ چونکہ تمام آسمانوں کے رہنے والوں کیلئے فنا ہے، اور تمام اہل زمین کو موت آنا ہے اور تمام لوگوں کو مرنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ام کلثوم، اے زینب، اے فاطمہ، اے رباب! یاد رہے کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور ایسی بات نہ کرنا جس سے خدا راضی نہ ہو۔

دوسری روایت ہے کہ زینب (سلام اللہ علیہا) حسین (علیہ السلام) سے دُور مستورات اور بچوں میں بیٹھی تھیں، اور جب حسین (علیہ السلام) سے ان اشعار کو سنا تو فوراً اسی حال میں کہ

ان کی چادر زمین پر خط دے رہی تھی۔ بھائی کے پاس آئیں اور کہا: ﴿وَاثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتُ اَعْدَمَنِى الْحَيٰوةَ﴾ یعنی اے کاش موت آجاتی اور میری جان لے لیتی۔ آج میری ماں فاطمہ زہراؑ، باپ علیؑ اور بھائی حسنؑ دُنیا سے گئے ہیں۔ اے گذشتہ بزرگوں کے جانشین، اور باقی زندہ کی پناہ گاہ، امام حسین (علیہ السلام) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری بہن! تمہارے حلم کو شیطان ختم نہ کردے۔

جناب زینب (سلام اللہ علیھا) نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہو جائیں۔ کیا آپ قتل ہو جائیں گے؟ امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے غم واندوہ کو دل میں چھپایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا: ﴿لَوتُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ﴾ یعنی اگر (قطا) پرندہ کے شکاری اسے اپنے حال پر چھوڑتے تو اپنے آشیانہ میں ہی سوتا۔ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اگر بنی امیہ مجھے آزار چھوڑتے تو میں مدینہ سے باہر نہ آتا۔ حضرت زینب (سلام اللہ علیھا) یہ بات سن کر کہنے لگی: یَا وَيْلَتَاهُ بھائی جان! کیا آپ اپنے آپ کو دشمن کی گرفتاری میں سمجھتے ہیں اور زندگی سے مایوس ہیں؟ یہ بات میرے دل کو پریشان کر رہی ہے، اور اس کا برداشت کرنا مجھ پر بہت سخت ہے۔ اس کے بعد منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر دیا، اور بیھوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

امام حسین (علیہ السلام) اٹھے اور حضرت زینب (سلام اللہ علیھا) کے چہرے پر پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ ہوش آ گیا اور ان کو تسلی دی، اور انھیں اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ اور اپنے بابا علیؑ کے مصائب کی یاد دلائی تا کہ اپنی شہادت کو چھوٹی مصیبت ظاہر کریں اور جناب زینب (سلام اللہ علیھا) کو بھی سکون مل جائے۔

امام حسین (علیہ السلام) کا اہل بیت حرم کو ساتھ لانے کی ایک علت شاید یہ ہو کہ اگر حضرتؑ اپنے اہل بیت کو حجاز میں یا کسی اور شہر میں چھوڑ دیتے تو یزید بن معاویہ لعنت اللہ علیہ فوج بھیج کر ان کو اسیر کروالیتا اور انکو اتنی تکلیف دیتا کہ امام حسین (علیہ السلام) راہ خدا میں شہادت وقربانی دینے سے منصرف ہو جاتے، اور یزید سے جنگ کرنے سے باز آجاتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعات عاشورا

شہادت شہداء کربلا
اور
خیام اہل حرم کی تاراجی

۱-واقعات عاشورا

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں کو امام حسین (علیہ السلام) کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔ انھیں راہ حق سے منحرف کیا اور اس پر انھوں نے اس کی پیروی کی، اور اس نے عمر بن سعد کی آخرت کو دنیوی مال کے ذریعہ خرید لیا اور اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنادیا۔ عمر بن سعد نے بھی اسے قبول کرلیا، اور کوفہ سے چار ہزار سوار سپاہیوں کے ساتھ امام حسین (علیہ السلام) سے جنگ کرنے کیلئے کوفہ سے روانہ ہوا۔ ابن زیاد مسلسل اس کیلئے لشکر روانہ کرتا رہا، یہاں تک کہ چھ محرم کی رات تک بیس ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) پر اس قدر سختی کی کہ، جس کے نتیجہ میں آپ اور آپکے اصحاب باوفا پر شدید پیاس کا غلبہ ہوا۔

کربلا میں امام حسین (علیہ السلام) کا پہلا خطبہ

امام حسین (علیہ السلام) اپنی تلوار کے سہارے کھڑے ہوئے اور با آواز بلند فرمایا:

﴿أُنْشِدُ كُمُ اللّٰهَ هَلْ تَعْرِفُوْنَنِى ؟ قَالُوْا: نَعَمْ اَنْتَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ سِبْطُهُ ﴾

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ فرزند پیغمبر خداؐ اور انکے نواسے ہیں۔ پھر فرمایا: میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے جانتے ہو، کیا رسول خداؐ میرے جدامجد نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم آپ رسول اللہ کے نواسے ہیں۔ کہ حضرت نے فرمایا: پھر تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میرے والد علی بن ابی طالبؑ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کا واسطہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میری والدہ فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) دختر محمد مصطفیؐ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میری جدہ جناب خدیجہ بنت خویلد ہیں؟ اور وہ پہلی خاتون ہیں کہ جنھوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم میں ہم جانتے ہیں ۔حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت حمزہ سیدالشہداء میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کہ پوچھتا ہوں کہ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہیں، آپ درست فرمارہے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جو تلوار میرے پاس ہے وہ رسول خداؐ کی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جو عمامہ میرے سر پر ہے یہ رسول خداؐ کا عمامہ ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ علی وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے اسلام قبول کیا کہ جو سب لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے اور زیادہ بردبار تھے اور ہر مسلمان عورت و مرد کے مولی وامیر ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

﴿قَالَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّوْنَ دَمِى؟ ﴾ تو آپ نے فرمایا: تو پر تم کیوں میرا خون بہانا حلال سمجھ رہے ہو؟ حالانکہ میرے والد ساقی حوض کوثر ہیں کہ جن کے ہاتھوں میں روز قیامت پرچم اسلام ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا: کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا یہ سب ہم

جانتے ہیں، لیکن ﴿وَنَحْنُ غَيْرُ تَارِكِيكَ حَتَّى تَذُوقَ الْمَوْتَ عَطَشاً﴾ جب تک آپ تشنہ لب جان نہ دیدیں ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

جیسے ہی امام حسین (علیہ السلام) نے اس خطبہ کو ختم کیا۔ تو حضرت کی بیٹیوں اور انکی بہن زینب (سلام اللہ علیہا) نے رونا شروع کر دیا، اور اپنا منہ پیٹنے لگیں، اور ان کے رونے کی آواز خیموں سے بلند ہونے لگی۔

امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے بھائی عباسؑ اور اپنے لخت جگر علی اکبرؑ کو ان کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مستورات کو خاموش کرائیں، کیونکہ مجھے اپنی جان کی قسم کہ انھیں اس کے بعد ابھی بہت رونا ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد کا خط عمر بن سعد کو ملا کہ جس میں اسے جنگ جلد شروع کرنے اور جلد ختم کرنے کا حکم دیا تھا کہ اس میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے تو اس خط کے نتیجہ میں عمر بن سعد فوراً سوار لشکر کو لے کر امام کے خیموں کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباس علمدارؑ کو امان کی دعوت

شمر نے خیموں کے نزدیک آکر بلند آواز سے کہا: ﴿این بنو اختیی؟﴾ کہاں ہیں میرے بھانجے عبداللہؑ، جعفرؑ، عباسؑ اور عثمانؑ؟

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: (شمر کا جواب دو اگر چہ وہ فاسق ہے، کیونکہ وہ تمھارا رشتہ دار ہے)۔

چنانچہ حضرت عباسؑ اور انکے بھائیوں نے جواب دیا کہ شمر کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اے میرے بھانجو! تم امان میں ہو، اپنے آپ کو امام حسین (علیہ السلام) کے ہمراہ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو اور امیر المؤمنین یزید کی اطاعت کرو۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیا: اے دشمن خدا تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ کتنی بری امان ہمارے لئے لائے ہو ﴿تَأْمُرُنَا أَنْ نَتْرُكَ أَخَانَا الْحُسَيْنَ بْنَ فَاطِمَةَ وَنَدْخُلَ فِي طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ وَأَوْلَادِ اللُّعَنَاءِ؟!﴾

کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے بھائی، فرزند فاطمہ زہراء امام حسین (علیہ السلام) کو چھوڑ کر ملعون اور ملعون کے بیٹوں کے ساتھ ہو جائیں؟!

شمر غضبناک حالت میں اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا۔

جب امام حسین (علیہ السلام) نے دیکھا کہ سپاہ ابن زیاد جنگ شروع کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لے رہی ہے، اور وعظ ونصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، تو آپ نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ جیسے بھی ممکن ہو۔ اس لشکر کو جنگ کرنے سے روکو، تا کہ آج کی رات میں نماز ادا کر سکوں، کیونکہ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن سے کس قدر محبت ہے۔ حضرت عباسؑ آئے اور ان سے درخواست کی۔ عمر بن سعد نے اس پر خاموشی اختیار کی، گویا کہ وہ جنگ میں تاخیر کرنے پر راضی نہیں تھا۔

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: خدا کی قسم اگر یہ لوگ ترک و دیلم کے قبیلہ سے بھی ہوتے تو ہم ان کی درخواست کو قبول کر لیتے، حالانکہ یہ آل محمدؐ ہیں۔ اسکے بعد انھوں نے درخواست قبول کر لی اور جنگ سے دستبردار ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ:

امام حسین (علیہ السلام) زمین پر بیٹھ گئے اور ان کو نیند آ گئی۔ اور چند لحظات کے بعد بیدار ہوئے اور اپنی بہن جناب زینب (سلام اللہ علیہا) سے فرمایا: اے بہن زینب (سلام اللہ علیہا)! ابھی میں نے خواب میں اپنے نانا رسول خداؐ اور اپنے والد علی مرتضیٰؑ اور اپنی ماں فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کو دیکھا ہے۔ اور انھوں نے مجھ سے فرمایا ہے: اے حسین! کل تم ہمارے پاس ہوگے۔

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے یہ بات سنتے ہی اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے گریہ کیا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: آہستہ گریہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمیں شرمندہ کریں۔

امام حسین (علیہ السلام) کی آخری شب

چنانچہ جب رات کی تاریکی چھاگئی تو امام حسین (علیہ السلام) اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں بعد از حمد وثنائے رب جلیل کے یوں فرمایا:

﴿ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّی لَاَ اَعْلَمُ اَصْحَاباً اَصْلَحَ مِنْکُمْ وَلَاَ اَهْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَلَاَ اَفْضَلَ مِنْ اَهْلَ بَیْتِی فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعاً عَنِّی خَیْراً وَهٰذِهِ اللَّیْلُ قَدْ غَشِیَکُمْ فَاتَّخِذُوْهُ جَمَلاً وَلْیَاْخُذْ کُلُّ رَجُلٍ مِنْکُمْ بِیَدِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِی وَ تَفَرَّقُوْا فِی سَوَادِ هٰذَا اللَّیْلِ وَ ذَرُوْنِی وَهٰوُلَاءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ لَاَ یُرِیْدُوْنَ غَیْرِی ﴾

امامؑ نے فرمایا: میں کسی کے اصحاب کو اپنے اصحاب سے زیادہ نیک اور اپنے اہل بیت سے زیادہ اچھے کسی کے اہل بیت کو نہیں پاتا۔

خدا تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔ یہ رات کا سناٹا ہے، اسکو غنیمت جانو۔

اور تم میں سے ہر ایک میری اہل بیت کے مردوں میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے کر چلے جاؤ، اور مجھے اس لشکر کے پاس اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ انھیں میرے سوا کسی اور سے کوئی غرض نہیں ہے۔

امام حسین (علیہ السلام) کے بھائیوں اولاد اور عبداللہ ابن جعفر کی اولاد نے امامؑ کے جواب میں عرض کیا: ﴿ وَلِمَ نَفْعَلُ ذٰلِکَ لِنَبْقِیَ بَعْدَکَ ؟ لَا اَرَانَا اللّٰهُ ذٰلِکَ اَبَداً ﴾ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تا کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہرگز ایسا دن ہمیں نصیب نہ کرے، اور اس کلام کو سب سے پہلے حضرت عباس بن علیؑ نے کہا اور باقی افراد نے ان کی پیروی کرتے ہوئے یہی جواب دیا۔

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) عقیل کے بیٹوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: تمہارے لئے شہادت مسلم ہی کافی ہے میں تمھیں جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم لوگ

چلے جاؤ۔

اور دوسری روایت کے مطابق اس دوان امامؑ کے بھائیوں اور انکی اہل بیتؑ نے یوں عرض کیا: اے فرزند پیغمبرؐ! لوگ جب ہم سے پوچھیں گے تو ہم ان کا کیا جواب دیں گے؟ کیا ان کو یہ جواب دینگے کہ اپنے مولا اور اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کو تنہا چھوڑ دیا اور اس کی حمایت ونصرت میں دشمن کی طرف ایک تیر بھی نہیں پھینکا، اور ایک بھی نیزہ وتلوار نہیں چلائی؟ ہرگز نہیں! خدا کی قسم ہم لوگ آپ سے جدا نہیں ہونگے، اور ہم آپکی حفاظت آخری دم تک کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہم قتل کردے جائیں، اور آپ کی طرح راہ خدا میں شہید ہو جائیں۔ آپکے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔

پھر مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوکر عرض کرتے ہیں: اے فرزند پیغمبرؐ! کیا ہم آپ کو اس حالت میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب کہ دشمنوں نے آپ کو اپنے محاصرے میں لے لیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا! خداوند آپکے بعد مجھے جینا نصیب نہ کرے۔ میں ضرور لڑونگا، یہاں تک کہ لڑتے ہوئے میرا نیزہ آپکے دشمن کے سینے میں ٹوٹ جائے، اور پھر میں اپنی تلوار لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑوں، یہاں تک کہ تلوار بھی نہ رہے تو پھر میں پتھر اٹھا کر آپ کے دشمن پر برساؤں گا۔ اور میں آپکو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنی جان آپکے قدموں پر نچھاور کردوں۔

ان کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم ہم آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں گے تا کہ خدا یہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں جو رسول خداؐ کی وصیت سنی تھی اسے یاد رکھا، اور اگر میں یہ جان لوں کہ آپ کی راہ میں مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر زندہ جلا دیا جائے گا اور یہاں تک کہ مجھے اسی طرح ستر ۷۰ مرتبہ ہی کیوں نہ جلا دیا جائے۔ پھر بھی میں آپ سے جدا نہ ہونگا اور اپنی جان آپ سے پہلے قربان کرونگا۔

اور کیوں نہ آپ کی راہ میں جان نثار کروں، جب کہ ایک مرتبہ مرنا تو ہے۔ ہی اور

اس کے بعد ابدی عزت وسعادت ہے۔ ان کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کیا:
خدا کی قسم اے فرزند پیغمبرؐ! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ خداوند آپ کو، آپ کے بھائیوں اور آپ کے اہل البیت کو زندہ رکھے، پھر ان کے بعد بقیہ امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب نے بھی اسی طرح کی حمایت کا اظہار کیا، اور انھوں نے عرض کیا: ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں۔ ہم ہر صورت آپ کی حفاظت کرینگے، چونکہ اگر ہم قتل بھی ہو جائیں تو گویا ہم نے اس تکلیف کو ادا کیا جس کو خدا نے ہم پر واجب قرار دیا تھا۔

اسی شب عاشور محمد بن حضرمی کو خبر ملی کہ اسکے بیٹے کو شہری میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے اپنی جان کی قسم مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرا بیٹا اسیر ہو جائے، اور میں اس کے بعد زندہ رہوں۔

جب اس کی یہ بات امام حسین (علیہ السلام) نے سنی تو فرمایا: خدا تیری مغفرت کرے، میں نے تجھ سے اپنی بیعت اٹھالی ہے اور تو اپنے بیٹے کی رہائی کیلئے چلا جا۔ تو اس نے عرض کی: اگر میں آپ سے جدا ہوں تو مجھے جنگل کے درندے زندہ پھاڑ کھائیں۔ امام نے فرمایا: پس یہ پوشاک بردیمانی اپنے بیٹے کو دو تا کہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کیلئے اس سے استفادہ کرسکے۔ پس حضرت نے اسے پانچ پوشاک بردیمانی عطا کیں کہ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

راوی کہتا ہے کہ اس رات امام حسین (علیہ السلام) اور انکے اصحاب نے یوں گزاری کہ ان کے مناجات کی صدائیں سنی جارہی تھیں۔ کچھ اصحاب حالت رکوع میں اور کچھ حالت سجود میں اور کچھ حالت قیام میں عبادت الہی میں مشغول تھے۔ چنانچہ اسی رات بتیس (۳۲) آدمی عمر بن سعد کے لشکر سے جدا ہو کر امام حسین (علیہ السلام) کے لشکر سے آملے۔ امام حسین (علیہ السلام) کی کثرت نماز اور عبادت ہمیشہ اسی طرح تھیں۔

روایت میں ہے کہ عاشور کی صبح بریر بن خضیر ہمدانی نے عبدالرحمٰن سے ہنسی مذاق

شروع کردی۔ تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے بریر! یہ کوئی ہنسی مذاق کرنے کا وقت ہے؟ بریر نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میں نے عمر بھر کسی سے کوئی مذاق نہیں کیا۔

لیکن میری اس خوشی کا اظہار شہادت پر فائز ہونے کی وجہ سے ہے۔

خدا کی قسم آپ اس وقت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے جب کہ میں دشمنوں کے سامنے جاؤں اور کچھ دیر ان سے جنگ کروں اور اس کے بعد جا کر جنت کی حوروں سے مل جاؤں۔

عاشورہ کی صبح

راوی کہتا ہے کہ جب عمر بن سعد کے سپاہی گھوڑوں پر سوار ہوگئے، تو امام حسین (علیہ السلام) نے بُریر بن خضیر کو انکی طرف بھیجا۔ بُریر نے انھیں وعظ ونصیحت کی۔ چند مطالب کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی، لیکن انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) ناقہ پر اور ایک قول کے مطابق اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور عمر بن سعد کے ساتھیوں سے خاموش ہونے کیلئے کہا اور اپنے خطبے کی طرف متوجہ کیا، اور وہ سب خاموش ہوگئے۔ امام حسین (علیہ السلام) نے خدا کی حمد وثنا اور محمدؐ وآل محمدؐ پر درود وسلام، اور انبیاءؑ اور ملائکہ پر درود بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! وائے ہو تم پر کہ سرگردان حالت میں ہم سے مدد طلب کی، اور ہم تماری مدد کیلئے جلد حاضر ہوگئے، لیکن تم نے جن تلواروں کو ہماری نصرت میں اٹھانے کی قسم کھائی تھی، ان کو ہمارے قتل کیلئے اٹھا رکھا ہے، جس سے ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں کو جلانا چاہتے تھے آج تم سب اپنے دوستوں کو قتل کرنے کیلئے اپنے دشمن کی مدد کررہے ہو، حالانکہ نہ انھوں نے تمہارے درمیان عدل وانصاف کو رائج کیا، اور نہ تو ان کی مدد کرنے میں تمہیں خوشی کی امید ہونی چاہیے۔

تم پر وائے ہو۔ کس لئے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا، حالانکہ تلواریں نیاموں

میں اور دل مطمئن، پرسکوں اور ارادے محکم ہو چکے تھے، لیکن باوجود اس کے تم نے فتنے کی آگ جلانے میں ٹڈیوں کی مانند جلدی کی، اور اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اے حق اسلام کے دشمنو! اے قرآن سے منہ موڑنے والو، اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والو! اے گہنگار لوگو! اے شیطانی وسوسوں کی پیروی کرنے والو! پیغمبر اسلام کی شریعت وسنت کو مٹانے والو! خدا کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہو۔

ان پلید لوگوں کی حمایت تو کر رہے ہو، لیکن ہماری نصرت سے دستبردار ہو گئے ہو؟

ہاں، خدا کی قسم قدیم زمانہ ہی سے تم میں مکر وفریب تھا، اور تمہارا خمیر اسی مکر وفریب کے پانی مٹی سے اٹھایا گیا ہے، اور تمہاری فکر اسی پر پروان چڑھی ہے۔ تم ایسے بدترین پھل ہو کہ جو کھانے والوں کے گلے کو زخمی کر دیتا ہے، اور تم ان ظالم وغاصب لوگوں کے سامنے چھوٹے سے لقمے کے مانند ہو۔

﴿اَلاٰ وَ اَنَ الدَّعِی بْنَ الدَّعِی قَدْ رَکَزَ بَیْنَ اثْنَتَیْنِ بَیْنَ السَّلَّةِ وَ الذِّلَّةِ وَهَیْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةِ یَاَ بی اللّٰهُ ذٰلِکَ لَنَا وَ رَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ!﴾

آگاہ وہ جاو کہ مجھے حرام زادے کے بیٹے حرام زادہ (ابن زیاد) نے دو چیزوں پر مجبور کیا ہے۔ یا تو میں اس کے خلاف تلوار نکال لوں، یا ذلت کا لباس پہن کر یزید کی بیعت کرلوں، لیکن ذلت ہم سے بہت دور ہے، کیونکہ خداوند متعال اور اس کا رسولؐ اور مومنین اس کی ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دیں۔ جان لو باوجود اس کے کہ ہم تعداد کے لحاظ سے کم ہیں، لیکن تمہارے ساتھ جنگ ضرور لڑیں گے۔

حضرت نے اپنے خطبہ کے بعد شاعر فروہ بن مسیک مرادی کے یہ اشعار پڑھے۔

اشعار کا ترجمہ: اگر ہم فتح یاب ہو جائیں اور دشمن کو شکست دے دیں تو یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی، کیوں کہ ہم ہمیشہ دشمن کو شکست دینے والے ہیں، اور اگر مغلوب ہو کر مارے

جائیں۔ تو ہمارا یہ مرنا نہ تو خوف وہراس کی وجہ سے ہوگا اور نہ ہماری جانب سے ہوگا، بلکہ ہماری موت کا وقت پہنچا، اور دوسروں کی کامیابی کا وقت آپہنچا ہے۔ اگر موت کی سواری ایک گھر سے دوری اختیار کرے تو دوسرے گھر کی جانب ضرور پڑاؤ ڈالتی ہے۔ ہمارے آباو اجداد تمہارے ہاتھوں سے مارے گئے جس طرح گذشتہ صدیوں میں لوگ موت سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔

اگر دنیا کے بادشاہ ہمیشہ رہتے، تو ہم بھی ہمیشہ کیلئے زندہ رہتے۔ وہ لوگ جو آج ہمارا مذاق اڑارہے ہیں ان سے کہو کہ عقل کے ناخن لو، چنانچہ جس طرح آج ہمیں موت کا سامنا کرنا ہے، اس طرح ان مذاق اڑانے والوں کو بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے ان اشعار کو پڑھنے کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تم میرے قتل کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہو گے۔ تمہاری زندگی ایک پیادہ کے سوار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ زمانہ تیزی کے ساتھ تمہارے سروں پر چکی کی طرح گھوم رہا ہے، اور تمہاری اضطرابی حالت چکی کی کیل کی طرح ہے، اور یہ خبر مجھے میرے والد بزرگوار حضرت علیؑ نے میرے جدامجد رسول خداؐ سے سنی تھی، اور مجھ سے بیان فرمائی۔

اب تم مل بیٹھو اور آپس میں اپنے اس معاملہ کے بارے میں ایک دوسرے سے صلاح ومشورہ کرو، تاکہ کوئی بات تم پر مخفی نہ رہ جائے پھر اس کے بعد تم میرے قتل کیلئے اقدام کرو، اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اس خدا پر بھروسہ کیا ہے جو ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اس سیاہ یزید سے اظہار نفرت کرتے ہوئے فرمایا: اے پروردگار! انھیں اپنی رحمت کی بارش سے محروم کر، اور ان پر ایسا قحط نازل کر جیسے کہ جناب یوسفؑ کے زمانہ میں نازل فرمایا، اور غلام ثقفی کو ان پر مسلط کر دے تاکہ وہ انھیں موت کے تلخ جام سے سیراب کرے، کیونکہ انھوں نے مجھ کو جھٹلایا، اور مجھے فریب دیا۔ تو ہمارا پروردگار ہے۔ تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور تیری ہی مغفرت کے طالب ہیں۔ ہر ایک کو تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) اپنی سواری سے نیچے

اترے اور رسول خداؐ کا گھوڑا کہ جس کا نام مرتجز تھا طلب فرمایا، اور اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب پینتالیس (۴۵) سوار اور ایک سو پیادہ تھے، اور دوسری روایات بھی حضرتؑ کے اصحاب کی تعداد کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

عمر بن سعد کی طرف سے جنگ کا آغاز

راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن سعد لشکر سے نکل کر سامنے آیا اور جب امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب کی طرف تیر پھینک چکا تو اسی نے بلند آواز سے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: امیر کے ہاں، اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلا تیر پھینکنے والا میں ہوں۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے لشکر کی طرف سے تیر بارش کی طرح برسنے لگے۔

امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

﴿قُوْمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ الَّذِىْ لَابُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هٰذِهِ السِّهَامُ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَيْكُمْ﴾

تم پر اللہ کی رحمت ہو، موت کی طرف پیش قدمی کرو کہ جس کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ یہ تیر اسی قوم کی طرف سے تمہیں جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب نے حملہ کیا کچھ دیر لڑتے رہے، یہاں تک کہ چند اصحاب شہید ہو گئے۔ اسی اثنا میں امام حسین (علیہ السلام) نے اپنے محاسن مبارک کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

جب یہودیوں نے جناب عزیر کو خدا کا بیٹا کہا، تو خدا ان پر سخت غضبناک ہوا، اور

قوم نصاریٰ پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب نصاریٰ تین خداؤں کے قائل ہو گئے، اور خداوند مجوس پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب مجوس نے اللہ کی عبادت کے بجائے سورج چاند کی پرستش کرنا شروع کر دی۔ اور خداوند اس قوم پر بھی سخت غضبناک ہے، جو اپنے نبی کے فرزند کو قتل کرنے پر متفق ہو گئی ہے، لیکن خدا کی قسم میں ان لوگوں کی بات کو قبول نہیں کرونگا، اور ہرگز یزید کی بیعت نہیں کرونگا، یہاں تک کہ اپنے خون آلودہ چہرے کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں گا۔

ابو طاہر محمد بن حسین ترسی اپنی کتاب معالم الدین میں حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (جب امام حسین (علیہ السلام) کا عمر بن سعد سے سامنا ہوا، اور جنگ شروع ہوئی تو خداوند نے حضرت کی نصرت کیلئے آسمان سے فرشتوں کا ایک گروہ بھیجا، جو امامؑ کے سر کے اوپر پرواز کرنے لگے۔ پھر اس کے بعد حضرتؑ کو دو امروں میں سے کسی ایک کے انتخاب کرنے پر اختیار دیا گیا۔ یا فرشتے ان کی نصرت کریں اور انکے دشمنوں کو ہلاک کر دیں یا شہید ہو جائیں، لیکن امام (علیہ السلام) نے شہادت کو ترجیح دی۔

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے استغاثہ بلند کیا:

﴿اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا لِوَجْهِ اللّٰهِ اَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟﴾

ہے کوئی جو رضائے خدا کیلئے ہماری مدد کرے؟ ہے کوئی جو حرم رسول خداؐ سے دشمنوں کو دور کرے؟

حر کی توبہ

اسی اثنا میں حرؑ بن یزید ریاحی عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا تم امام حسین (علیہ السلام) سے جنگ لڑو گے؟ عمر نے جواب دیا:
ہاں! خدا کی قسم ان سے جنگ ضرور ہوگی جس میں سب سے آسان کام سروں کو

جسموں سے جدا کرنا اور ہاتھوں کو جدا کرنا ہوگا۔

حر نے جب یہ گفتگو سنی تو اپنے لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشے میں بیٹھے، اور کانپنے لگے۔

مہاجر بن اوس نے حر سے کہا: اے حر تمہاری یہ حالت مجھے شک میں مبتلا کر رہی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے سؤال کرے کہ کوفیوں میں سب سے شجاع کون ہے تو میں تمہارے سواء کسی کا نام نہ لونگا۔ کس لئے کانپ رہے ہو؟ حر نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اپنے آپکو جنت اور جہنم کے درمیان پا رہا ہوں، لیکن خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہ دوں گا۔ اگرچہ میرا جسم ٹکرے کر دیا جائے اور مجھے جلا دیا جائے۔ اسکے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر امام حسین (علیہ السلام) کی بارگاہ میں روانہ ہوا اور دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر رکھکر کہنے لگے:

خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ قبول فرمالے، کیونکہ میں نے تیرے دوستوں اور تیرے پیغمبر کی دختر کی اولاد کو ڈرایا۔ امام کی خدمت میں پہونچ کر دست بستہ عرض کی: میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں وہ شخص ہوں کہ جس نے آپ پر سختی کی اور آپ کو مدینہ واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر سخت گیری کرینگے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ہاں، خدا تمہاری توبہ قبول کریگا، نیچے اتر آؤ۔ حر نے کہا: اترنے سے بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں، میں آپ کی نصرت میں لڑوں، آخر کار گھوڑے سے اترنا ہی ہے، کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں کہ میں نے آپ کا راستہ روکا۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ہی وہ پہلا شخص قرار پاؤں کہ جو آپ کی راہ میں مارا جاؤں۔ شاید میرا اشمار ان لوگوں میں ہو جو کہ روز قیامت آپ کے جد امجد حضرت محمدؐ سے مصافحہ کرینگے۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ حر کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت کا پہلا شہید قرار پاؤں، ورنہ اس سے پہلے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو چکی تھی۔ جیسا کہ یہ روایات میں ملتا ہے اسکے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے اسے اجازت دی، حر نے جنگ کرنا شروع کی، اور ایسے دلیرانہ

حملے کئے کہ بڑے بڑے شجاع اور دلیروں کی جماعت کو تہ تیغ کیا، کچھ ہی دیر بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس کی لاش کو امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں لایا گیا۔ تو حضرتؑ نے حر کے چہرہ سے گرد و غبار کو صاف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَنْتَ الْحُرُّ كَمَا سَمَّتْكَ اُمُّكَ حُرًّا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ تم آزاد مرد ہو دنیا و آخرت میں کہ جس طرح تیری ماں نے تیرا نام حر رکھا ہے۔

بریر بن خضیر

راوی کہتا ہے: اسی دوران ایک زاھد و عابد شخص کہ جن کا نام بریر بن خضیر تھا۔ وہ میدان میں نکلا اور اس کے مقابلے کیلئے یزید بن معقل میدان میں آیا، اور پھر دونوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ ایک دوسرے سے مباہلہ کریں، اور خدا سے دعا مانگیں کہ جو بھی باطل پر ہے خدا اسے دوسرے کے ہاتھوں مارے۔ اس کے بعد وہ جنگ لڑنے میں مشغول ہوگئے۔ بریر نے اسے قتل کر دیا اور جنگ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

وھب بن جناح کلبی

اُن کے بعد وھب بن جناح کلبی میدان کارزار کی طرف آئے۔ دشمن پر کئی زبردست حملے کئے۔ اس کے بعد اپنی ماں اور زوجہ کے پاس واپس آئے۔ جو کہ کربلا میں موجود تھیں۔ ماں سے عرض کیا: اے ماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہوگیئں ہیں۔

ماں نے جواب دیا: نہیں! میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت میں شہید نہ ہو جاؤ۔

تو اسکی بیوی نے کہا! تمھیں خدا کا واسطہ مجھے بیوہ نہ کرو۔ تو اس کی ماں نے کہا: اسکی

بات مت سنو، واپس چلے جاؤ اور پیغمبرؐ کے نواسے پر اپنی جان قربان کرو، تا کہ روز قیامت تجھے ان کے جدامجد کی شفاعت نصیب ہو۔

وھب دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹے، اور جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ جسم سے جدا ہو گئے تو اس کی بیوی چوب خیمہ لے کر اس کی طرف بڑھی اور کہہ رہی تھی: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ حرم اہل بیت رسول خداؐ کی نصرت میں جنگ کرو چنانچہ وھب اس کی طرف آیا تا کہ اُسے خیمہ کی طرف لوٹائے، لیکن اس کی بیوی نے اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: خدا تجھے اہل بیت کی نصرت کرنے کی جزا دے۔ خیمہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ وھب کی بیوی واپس آ گئی، لیکن وھب نے جنگ کی، یہاں تک کہ وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔

مسلم بن عوسجہ

ان کے بعد مسلم بن عوسجہ میدان میں آ کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے، اور بڑی شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے رہے، یہاں تک گھوڑے سے گر پڑے۔ ابھی جسم میں جان باقی تھی کہ امام حسین (علیہ السلام) ان کے پاس پہنچے، حبیب ابن مظاہر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: اے مسلم! خدا تمھاری بخشش فرمائے۔ اس کے بعد اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی۔

﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

ترجمہ: ان میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض شہادت کے منتظر ہیں، اور انہوں نے خدا کے عہد کو تبدیل نہیں کیا۔

حبیب نے آگے بڑھ کر کہا: اے مسلم! تمہارا شہید ہونا مجھ پر بہت ہی سخت ہے، لیکن تمھیں جنت کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مسلم نے نحیف آواز کے ساتھ جواب دیا خدا تمکو خیر کی بشارت دے۔

حبیب نے کہا: اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ میں بھی تمھارے بعد شہید ہو جاؤں گا تو تم سے کہتا کچھ وصیت کرو۔

مسلم نے حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ انکی نصرت میں کمی نہ کرنا۔

حبیب نے کہا: میں تمھاری وصیت پر عمل کرونگا، اور تمھاری آرزو کو پورا کرونگا۔ اس کے بعد مسلم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمرو بن قرظہ انصاری

اس کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرتؑ نے اجازت دی۔ عمرو نے شہادت کی آرزو کے ساتھ امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت میں ایسی جنگ کی کہ ابن زیاد کے بہت سے فوجیوں کو فی النار کیا، اور جو تیر بھی امام کی طرف آتا، اس کے لئے اپنے ہاتھوں کو سپر بنا لیتے۔

ہر تلوار کو اپنے سینے پر روکتے، جب تک ان کے دم میں دم رہا کوئی بھی تکلیف نواسہ رسولؐ کو نہ پہنچنے دی، اور جب ان کا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا تو اس نے امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کی۔ کیا میں نے اپنا وعدہ کو وفا نہیں کیا؟...

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ہاں، تم مجھ سے پہلے بہشت میں جاؤ گے، میرا سلام رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کرنا، اور کہنا کہ حسین (علیہ السلام) بھی میرے بعد آ رہے ہیں۔

چنانچہ عمرو نے پھر جنگ شروع کی، اور شہید ہو گیا۔

جون سیاہ غلام اور اس کی جنگ

اس کے بعد جناب ابوذرؓ کا حبشی غلام جون امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا: میں تمھیں اس سرزمین سے جانے کی اجازت دیتا ہوں تم اپنی جان کی حفاظت کرو، کیونکہ تم ہمارے ساتھ آئے تھے تا کہ خوشی و عافیت ملے، اب اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو۔

جون نے عرض کی: اے فرزند پیغمبرؐ! میں خوشی و مسرت کے زمانے میں تو آپ کے ساتھ رہوں، اور جب آپ پر مشکل وقت آپہنچا ہے تو آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں! ﴿ انّ ریحتی لمنتن وان حسبی للئیم ولونی لاسود ﴾

خدا کی قسم اگرچہ میرا جسم بدبودار ہے، میرا حسب نسب پست اور میرا رنگ سیاہ ہے، لیکن آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے جنت کی جاودانی زندگی سے بہرہ مند فرمائیں، تا کہ میرا جسم خوشبودار ہو جائے۔ میرا حسب ونسب شریف اور میرا چہرہ نورانی ہو جائے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ سے دور نہیں ہونگا، جب تک میرا سیاہ خون آپ کے پاک خون کے ساتھ غلطان نہ ہو جائے۔ اس کے بعد جون نے جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہادت کے عظیم مقام پر فائز ہو گئے۔

عمرو بن خالد صیداوی

ان کے بعد عمرو بن خالد صیداوی امام حسین (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا ابن رسول اللہؐ! میری جان آپ پر قربان ہو، میں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ انصار میں شامل ہو جاؤں، اور آپ کو اہل بیت اطہارؑ کے درمیان بے یار و مددگار قتل ہوتے نہ دیکھوں۔ تو امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: جاؤ، ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے آملیں گے۔ عمرو دشمن پر حملہ آور ہوئے، اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن سعد شامی

اس اثنا میں حنظلہ بن سعد شامی امام حسین (علیہ السلام) کے سامنے ایسی حالت میں آئے کہ اس نے اپنے سینہ کو تلواروں، نیزوں اور تیروں کے مقابل میں سپر بنا رکھا تھا، آپ سپاہ کوفہ سے مخاطب ہوئے، آیات عذاب کو سپاہ ابن زیاد پر تلاوت کیا، اور انہیں عذاب خداوند سے خوف دلایا۔

ان آیات کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! میں خائف ہوں کہ خدا کا عذاب کہیں تم پر بھی نازل نہ ہو جائے کہ جس طرح گذشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا، جیسے قوم نوح، قوم عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر عذاب نازل ہوا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اے قوم! میں تمہارے بارے میں روز قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ تم اپنے چہرے جہنم کی طرف موڑ ہوئے جا رہے ہونگے، اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمھیں خدا کے عذاب سے بچالے۔ اے لوگو! حسین (علیہ السلام) کو قتل نہ کرو، ورنہ خدا تم پر ایک ایسا عذاب نازل کرے گا کہ جس سے تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور وہ شخص گھاٹے میں ہے جو خداوند متعال پر بہتان باندھے۔

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کی طرف دیکھا اور اپنی آرزو کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: کیا ہم اپنے خالق کی طرف لوٹ نہ جائیں اور اپنے بھائیوں سے ملاقات نہ کریں؟ تو امامؑ نے فرمایا: جاؤ اس طرف کہ جو اس دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہے، اور اس بادشاہی کی طرف جاؤ جسے کبھی زوال نہیں۔ حنظلہ میدان میں آئے اور بڑی شجاعت سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا:

نماز ظہر عاشورا

جیسے ہی نماز ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین (علیہ السلام) نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ چند اصحاب کے ساتھ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوں چنانچہ امام نے دیگر چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کی۔

اسی اثنا میں دشمن نے امام حسین (علیہ السلام) کی طرف تیر برسانا شروع کیئے۔ سعید بن عبداللہ آگے بڑھے اور امام حسین (علیہ السلام) کے مقابل کھڑے ہو کر تیروں کو اپنے سینے سے رُوکنے لگے، یہاں تک کہ تیر کھاتے کھاتے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اس حالت میں وہ کہہ رہے تھے کہ خدایا! اس ظالم قوم پر قوم عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما، اور میرا اسلام اپنے پیغمبر کو پہنچا اور انہیں جو زخم میرے جسم پر لگے ہیں مطلع فرما، کیونکہ میرا مقصد تیرے پیغمبر کی ذریت کی نصرت کرنا، اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے، اور یہ کلمات کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ جس وقت سعید بن عبداللہ کے زخمی جسم کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں، نیزوں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیروں کے پھل بدن میں پیوست پائے گے۔

سوئدؒ بن عمرو بن ابی مطاع

اس کے بعد سوید بن عمرو بن ابی مطاع جو کہ ایک شریف النفس اور کثیر الصلوۃ شخص تھے، میدان میں آئے، اور شیر کی طرح جنگ میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے شدید سختیوں اور مشکلات میں کافی صبر کیا، یہاں تک کہ زخموں کی تاب نہ لا کر مقتولین کے درمیان گر پڑے۔ وہ ایسی حالت میں تھے کہ ان میں کوئی حرکت دیکھی نہیں جا سکتی تھی۔ اسی اثنا میں انھوں نے ابن زیاد کے سپاہیوں کو یہ کہتے سنا کہ حسین (علیہ السلام) شہید کر دئے گئے ہیں۔ اس خبر کے سنے سے سوید بے تاب ہوئے اور اپنے جوتے سے خنجر نکال کر دوبارہ جنگ لڑنے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

راوی کہتا ہے: امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب انکی نصرت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے، کہ جس کو شاعر اس طرح بیان کرتا ہے۔

یعنی امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب ایسے شجاع انسان تھے کہ جب انھیں مصیبت کو دفع کرنے کیلئے پکارا جاتا کہ جن کے مقابل دشمنوں کا ایسا گروہ کہ جو پوری طرح سے مسلحہ تھے، تو ایسے خطرناک وقت میں وہ اپنی زرہوں کو اپنے سینوں پر سجائے اور اپنے

آپ کو موت کے منہ میں دھکیلتے تھے۔

شھادت علی اکبرؑ

جب امام حسین (علیہ السلام) کے باوفا ساتھیوں کے بدن کے ٹکڑے ہو گئے، اور سب خاک کربلا پر سو گئے، اہل بیت کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو اس وقت حضرتؑ کے فرزند علی بن الحسینؑ کہ جن کا چہرہ تمام لوگوں سے خوبصورت تھا اور جن کا اخلاق سب سے اعلی تھا، اپنے باپ کی خدمت میں آئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ امام حسین (علیہ السلام) نے بغیر کسی بہانے کے آپ کو اذن دے دیا۔ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ نَظَرُ آيِسٍ مِنْهُ: اس کے بعد حسرت بھری نگاہ ان کے وجود پر ڈالی، اور بے اختیار آنسو چہرے پر جاری ہو گئے اور کہا:

﴿اَللّٰهُمَّ اَشْهَدْ فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقاً وَ خُلْقاً وَ مَنْطِقاً بِرَسُولِكَ وَكُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلىٰ نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلَيْهِ﴾

خداوندا! گواہ رہنا کہ اب میں ایسا جوان اس قوم ظالم کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جو صورت، سیرت اور گفتار میں تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، اور جب کبھی ہم پیغمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس جوان کو دیکھ لیتے تھے۔۔۔ اس کے بعد عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے کہا: ﴿يَا بْنَ سَعْدٍ قَطَعَ اللّٰهُ رَحِمَكَ كَمَا قَطَعْتَ رَحِمِي﴾ اے سعد کے بیٹے! خدا تیری نسل کو ختم کرے جس طرح تو نے میری نسل اس جوان سے ختم کی ہے۔ اس وقت علی بن الحسین دشمن کے نزدیک پہنچے، اور جنگ کی، اور بہت سخت لڑائی کی اور کثیر تعداد میں دشمن کو قتل کیا، اور پھر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

﴿يَا اَبَةِ اَلْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِي وَ ثِقْلُ الْحَدِيْدِ قَدْ اَجْهَدَنِي فَهَلْ اِلىٰ شَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ سَبِيْلٌ؟﴾

اے بابا جان! پیاس نے مجھے مار ڈالا، اور اسلحہ کے بوجھ نے تھکا دیا، کیا تھوڑا سا پانی ممکن ہے کہ جو مجھے پیاس سے نجات دے۔

امام حسین (علیہ السلام) نے روتے ہوئے فرمایا: میرے پیارے بیٹے واپس چلے جاؤ۔ ذرادیر جنگ کرو، کیونکہ وہ وقت قریب آچکا ہے کہ تم اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ سے ملاقات کرو، اوران کے دست مبارک سے ایسا جام کوثر پیو گے، کہ جس کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

علی اکبرؑ دوبارہ میدان میں بڑی فداکاری کے ساتھ آئے اور آرزو شہادت دل میں لئے ہوے اور بہت شدت سے دشمن پر یلغار کی، اچانک منقد بن مرہ عبدی لعنۃ اللہ نے ایسا نیزہ مارا کہ جس کے لگنے سے لڑنے کی طاقت ختم ہوگئی، زمین پر گر پڑے اور فریاد کی:

﴿یَا اَبَتَاهُ عَلَیْکَ مِنِّی السَّلَامَ هٰذَا جَدِّی یَقْرَئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ عَجِّلْ اَلْقُدُوْمَ اِلَیْنَا﴾

باباجان! آپ پر میرا آخری سلام، خداحافظ۔ یہ میرے جد بزرگوار حضرت محمدؐ ہیں جوآپکوسلام کہتے ہیں کہ اور فرمارہے ہیں۔ اے حسین جلدی ہمارے پاس آجاؤ۔

امام حسین (علیہ السلام) تشریف لائے اور علی اکبرؑ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ وَ وَضَعَ خَدَّهُ عَلَی خَدِّہٖ، اوراپنا رخسارہ علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھکر فرمایا: قَتَلَ اللّٰهُ قَوْماً قَتَلُوْكَ۔ پیارے بیٹے خدااس قوم کوہلاک کرے، جس نے تمھیں قتل کیا۔ یہ قوم خداپر کتنی گستاخ اور حرمت رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو پامال کرنے والی ہے۔ عَلَی الدُّنُیَابَعُدَكَ الْعَفَا، اے میری انکھوں کے نور تیرے بعداس دنیاپر خاک ہو۔

راوی کہتا ہے حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) خیموں سے باہر آئیں اور میدان کی طرف چلیں اوردرناک آواز میں کہہ رہی تھی: یَا حَبِیبَاهُ یَا اِبْنَ اَخَاهُ! جب بھیجتے کی لاش پر پہنچیں تو خود کو اکبر کی لاش پر گرادیا جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ امام حسین (علیہ السلام) آئے اوران کو مستورات کے خیموں میں لئے گے۔ اسکے بعد امام حسین (علیہ السلام) کے اہل بیت ایک دوسرے کے بعد میدان میں جاتے رہے، یہانتک کہ ان میں سے ایک جماعت سپاہ ابن زیاد کے ہاتھون قتل ہوگئی۔ اس وقت امام حسین (علیہ السلام) نے آواز دی: اے میرے چچازاد،

بھائیوں اور اے میرے اہل بیت صبر کرو۔ خدا کی قسم آج کے بعد ہرگز ذلت وخواری نہیں دیکھو گے۔

شہادت حضرت قاسمؑ

راوی کہتا ہے ایک ایسا تیرہ سالہ نوجوان میدان میں آیا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا، اس نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ابن فضیل ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری، اوراس کے سر کو شگافتہ کرڈالا، اس نے زمین پر گرتے ہوئے، آواز دی: یاعماہ!۔

امام حسین (علیہ السلام) شکاری باز کی طرح بہت تیزی کی ساتھ میدان میں آئے اور غضبناک شیر کی طرح اس سپاہ پر حملہ کیا، اوراپنی تلوار سے ابن فضیل پر وار کیا، اوراس نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنایا اوراس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہوگیا، اوراس نے فریاد کی، جواس کے لشکر والوں نے سنی، اوراہل کوفہ نے حملہ کیا تاکہ اسے نجات دیں، لیکن وہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلا گیا۔

راوی کہتا ہے: جب گردوغبار زمین پر بیٹھ گئی تو میں نے دیکھا حسین (علیہ السلام) اس جوان کے سرہانے کھڑے ہیں، اور وہ جان کنی کے عالم میں اپنے پاؤں کو زمین پر رگڑ رہا ہے۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿بُعْداً لِقَوْمٍ قَتَلُوْكَ وَمَنْ خَصَمَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جَدُّكَ وَاَبُوْكَ﴾

رحمت خداوند سے محروم رہیں وہ لوگ، جنہوں نے تم کو قتل کیا، اور قیامت کے روز تیرے قاتلوں سے دشمنی کرنے والے تیرے جد بزرگوار اور تیرے باپ ہوں گے۔ اسکے بعد فرمایا:

﴿عَزَّوَاللّٰهِ عَلیٰ عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوْهُ فَلاَ یُجِیْبُکَ اَوْ یُجِیْبُکَ فَلاَ یَنْفَعُکَ صَوْتَهُ﴾

خدا کی قسم یہ وقت تیرے چچا پر بہت سخت ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ

دے یا جواب دے جب تیرے لئے فائدہ مند نہ ہو۔ خدا کی قسم آج وہ دن ہے کہ تیرے چچا کے دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں۔ اس کے بعد اس جوان کی لاش کو اپنے سینہ سے لگایا، اور اپنے اہل بیت کے مقتولین کے درمیان لے گئے اور زمین پر رکھ دیا۔

جب امام حسین (علیہ السلام) کے تمام جاں نثار شربت شہادت نوش کر چکے، تو آپ راہ خدا میں جانبازی اور شہادت کیلئے تیار ہوئے اور بلند آواز میں فرمایا:

﴿ هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللّٰهَ فِينَا؟ هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُوا اللّٰهَ بِاِغَاثَتِنَا؟ ﴾

کیا کوئی ہے کہ جو دشمنوں کو حرم رسول اللہؐ سے دور کرے؟ کیا کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے حق میں خداوند سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو خدا کی خاطر ہماری مدد کرے؟ یہ کلام مستورات نے سنا تو بلند آواز سے رونے لگیں۔

شہادت طفل شیرخوار

امام حسین (علیہ السلام) خیمے کے دروازے پر آئے اور حضرت زینب (سلام اللہ علیھا) سے فرمایا:

﴿نَاوِلِينِى وَلَدِىَ الصَّغِيرَ حَتّٰى اُوَدِّعَهُ﴾ میرا ننھا اصغر مجھے دیدو، تاکہ اس کو وداع کروں۔ بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور چاہتے تھے کہ اسے بوسہ دیں کہ اچانک حرملہ بن کاھل اسدی لعنہ اللہ نے اس کو تیر کا ھدف قرار دیا۔ وہ تیر اس معصوم کے حلق پر جا لگا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: اس بچہ کو لے لو اور پھر اپنا ہاتھ اس کے گلے کے نیچے لے جاتے، اور جب آپ کے ہاتھ خون سے بھر جاتے تو آسمان کی طرف پھنک کر، فرماتے یہ مصائب مجھ پر آسان ہیں، چونکہ یہ خدا کی راہ میں ہیں اور خدا دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام باقر (علیہ السلام) فرماتے ہیں۔ وہ خون جو امام حسین (علیہ السلام) نے آسمان کی طرف پھنکا اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ آیا۔

فداکاری و شہادت قمر بنی ہاشمؑ

راوی کہتا ہے: جب پیاس کا امام حسین (علیہ السلام) پر غلبہ ہوا تو آپ اپنے بھائی عباسؑ کے ہمراہ نہر فرات پر تشریف لائے۔ ابن سعد کے سپاہی حرکت میں آ گئے، اور ان کا راستہ روک دیا۔ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص نے ان کی طرف تیر پھنکا کہ حضرت کے (دہن اقدس پر) پر جا لگا۔ امام حسین (علیہ السلام) نے تیر کو کھینچا، اور خون چلو میں لیا، اور جب چلو بھر گیا تو اسے پھینک کر فرمایا: خداوندا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔ ان لوگوں کے ان مظالم کی جو انہوں نے تیرے پیغمبر کے بیٹے پر کیئے ہیں۔ اس کے بعد فوجوں نے عباسؑ اور حسین (علیہ السلام) کے درمیان جدائی ڈال دی، اور عباس کو ہر طرف سے گھیر لیا، یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا۔ امام حسین (علیہ السلام) ان کی شہادت پر، بہت روئے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پر شاعر کہتا ہے:

ترجمہ: سب سے زیادہ روئے جانے کے وہ مستحق ہیں کہ جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کو اپنی مصیبت پر رلایا۔ وہ امام حسین (علیہ السلام) کے بھائی اور ان کے باپ کے بیٹے یعنی ابوالفضل ہیں، جو خون میں غلطان تھے جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کے ساتھ وفا داری کی، اور کوئی چیز اس کو امام حسین (علیہ السلام) کے ساتھ فداکاری کرنے سے منصرف نہ کر سکی، اور پیاس کی حالت میں آپ فرات پر پہنچے اور چونکہ امام حسین (علیہ السلام) پیاسے تھے، لہذا پانی نہ پیا۔

شجاعت امام حسین (علیہ السلام)

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے لشکر کو جنگ کیلئے طلب کیا، اور جو شخص ان کے مقابلہ میں آتا تھا اسے قتل کر دیتے، یہاں تک کہ کثیر تعداد کو قتل کیا اس وقت فرماتے تھے۔

اَلْمَوْتُ اَوْلٰى مِنْ رُكُوبِ الْعَارِ وَالْعَارُ اَوْلٰى مِنْ دُخُولِ النَّارِ

قتل ہونا ذلت قبول کرنے سے بہتر ہے

لیکن ذلت قبول کرنا جہنم میں جانے سے بہتر ہے

ایک راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ہرگز میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ دشمن کی فوجوں نے اس کا احاطہ کر رکھا ہو، اس کی اولاد اور مددگاروں کو قتل کر دیا گیا ہو، اور اس حال میں امام حسین (علیہ السلام) سے زیادہ شجاع ہو۔ جس وقت دشمن کے لشکر ان پر حملہ کرتے تو وہ تلوار نکال کر ان پر حملہ آور ہوتے تھے، اور دشمن ان بھیڑ بکریوں کیطرح بھاگتے تھے جو بھیڑیئے کے خوف سے بھاگتی ہیں، حضرتؑ جس جماعت سے برسرپیکار تھے ان کی تعداد تیس (۳۰۰۰۰) ہزار تھی، اور اس کے بعد حضرتؑ اپنی مرکزی جگہ پر واپس آجاتے تھے۔ اور فرماتے تھے:

﴿لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

اور مسلسل ان سے جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر خیموں پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے، تو امام حسین (علیہ السلام) نے بلند آواز میں فریاد کی:

﴿وَ یْلَکُمْ یَا شِیْعَةَ آلِ اَبِی سُفْیَانَ اِنْ لَمْ یَکُنْ لَکُمْ دِیْنٌ وَکُنْتُمْ لَا تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ فَکُوْنُوا اَحْرَاراً فِی دُنْیَاکُمْ﴾

وائے ہو تم پر اے آل ابوسفیان کے ماننے والو اگر دیندار نہیں ہو، اور قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے تو کم از کم اپنی دنیا میں تو آزاد بن کر رہو۔ شمر نے کہا: اے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے فرزند کیا کہتے ہو؟ امام نے فرمایا:

﴿اُقَاتِلُکُمْ وَ قَاتِلُوْنِی وَالنِّسَاءُ لَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ﴾

میں تم سے جنگ کر رہا ہوں، اور تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو۔ عورتوں کا تو کوئی قصور نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں تمھارے سرکش، نادان اور ظالم میرے حرم کے قریب نہ جائیں۔

شمر نے کہا: ہم یہ بات قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد فوجیں آپ سے جنگ کرنے، اور آپکو شہید کرنے کیلئے بڑھیں۔ امام حسین (علیہ السلام) نے ان پر حملہ کیا۔ انہوں نے بھی حضرتؑ پر حملہ کیا۔ اس موقعہ پر امام حسین (علیہ السلام) ان سے پانی مانگتے تھے، لیکن وہ انکار کرتے تھے، یہانتک کہ بہتر (۷۲) زخم آپ کے جسم مبارک پر لگے۔ ﴿فَوَقَفَ

یَسْتَرِیعُ سَاعَةً وَقَدْ ضَعُفَ عَنِ الْقِتَالِ﴾ جنگ سے تھک گئے تو ایک لحظہ آرام کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ آرام کرنے کیلئے کھڑے تھے کہ ایک پتھر حضرتؑ کی پیشانی پر لگا، اور خون جاری ہو گیا۔ عبا کے دامن سے اپنی پیشانی کا خون صاف کرنا چاہتے تھے، کہ اچانک زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا، اور حضرتؑ کے قلب اطہر میں لگا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اسکے بعد آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ لشکر اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جسکے علاوہ روئے زمین پر کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے۔ اس کے بعد تیر کو پشت کی طرف سے باہر نکالا اور خون فوارے کی مانند جاری ہوا، اور اسکے اثر سے لڑنے کی طاقت ختم ہو گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی آپکو قتل کرنے کے ارادہ سے بڑھتا، وہ فوراً پیچھے ہٹ جاتا تا کہ حسین (علیہ السلام) کا خون اپنی گردن پر نہ لے، یہانتک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شخص مالک بن یسر آگے بڑھا، اور اس نے تلوار سے حضرتؑ کے سر پر حملہ کیا، تلوار حضرتؑ کے عمامے کو پارہ کرتی ہوئی، اور حضرتؑ کا عمامہ خون سے بھر گیا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے رومال طلب کیا اور سر پر باندھا۔ ٹوپی طلب کی، اس کو سر پر رکھا، عمامہ سر پر باندھا لشکر ابن زیاد تھوڑی دیر کیلئے رُکا، اور دوبارہ واپس آ گیا۔ امام حسین (علیہ السلام) کو نرغہ میں لے لیا۔

شہادت عبداللہ بن الحسنؑ

عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ جو ابھی نابالغ تھے، مستورات کے خیموں سے باہر آئے، اور امام حسین (علیہ السلام) کی طرف تیزی سے بڑھے، اور حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) نے ان کو روکنا چاہا، لیکن بچے نے سختی سے انکار کیا، اور کہا خدا کی قسم میں اپنے چچا سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔

اس وقت ابجر بن کعب اور ایک قول کے مطابق حرملہ بن کاھل لعنۃ اللہ علیھما نے امام حسین (علیہ السلام) پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا، اس بچے نے کہا: وای ہو تجھ پر اے حرام زادہ کیا میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

لیکن اس حرام زادے نے امام حسین (علیہ السلام) پر تلوار سے حملہ کیا، بچے نے اپنا ہاتھ تلوار کے آگے بڑھا دیا، بچے کا ہاتھ کٹ گیا، اور اسکی آواز بلند ہوئی: یا اماہ!، امام حسین (علیہ السلام) نے اس کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

بھتیجے تم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس پر صبر کرو، اور خدا سے طلب خیر کرو، خدا تمھیں تمھارے سلف صالح سے ملحق فرمائے۔ اچانک حرملہ بن کاھل نے ایک تیر مارا، اور اسے اپنے چچا حسین (علیہ السلام) کے دامن میں ہی شہید کر دیا۔

اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے خیموں پر حملہ کیا اور اس نے اپنے نیزے سے سوراخ کر دیا، اور کہا: آگ لے آؤ تا کہ ان خیموں کو جلا دیں۔ امام حسین (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا: اے ذی الجوشن کے بیٹے! تو آگ مانگتا ہے کہ میرے اہل بیت کے خیموں کو جلائے۔ خدا تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔ شیث آیا اور شمر کے اس عمل پر مذمت کرنے لگا جس کے نتیجے میں شمر کو حیا آ گئی، اور وہ اس عمل سے منصرف ہو گیا۔

امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: جس کی کوئی قیمت نہ ہو اور کوئی اس میں رغبت نہ کرے تا کہ میں اپنے لباس کے نیچے اسے پہنوں، اور میرا بدن برہنہ نہ رہے۔ ایک تنگ لباس حضرت کی خدمت میں لایا گیا فرمایا: یہ لباس مجھے نہیں چاہیئے، چونکہ یہ لباس ذلیل لوگوں کا ہے، اور پرانا لباس لیا اور اس کو جگہ جگہ سے چاک کر کے لباس کے نیچے زیب تن فرمایا:

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) نے ایک یمنی لباس طلب کیا، اور اس کو زیب تن فرمایا: لباس کو پارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت کی شھادت کے بعد دشمن حضرت کے بدن سے لباس نہ اُتاریں، لیکن حضرتؑ کے قتل ہونے کے بعد اس لباس کو ابجر بن کعب نے حضرتؑ کے بدن سے اُتار لیا، اور امام حسین (علیہ السلام) کو برہنہ زمین پر چھوڑ دیا، لیکن اس عمل

کے نتیجہ میں اس کے دونوں ہاتھ گرمی کے موسم میں خشک لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے، اور سردی میں ان سے پیپ اور خون آتا تھا اور وہ اسی حالت میں ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: زخموں کی وجہ سے امام حسین (علیہ السلام) کا بدن کمزور ہو چکا تھا، اور دشمن کے تیر حضرتؑ کے بدن اطہر پر اس طرح تھے جس طرح ساہی کا بدن کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔

صالح بن وھب مزنی نے حضرتؑ کے پہلو پر نیزہ مارا کہ حضرت گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ اس طرح گرے کہ دایاں رخسار زمین پر آ لگا۔ اس حال میں فرماتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ' اس کے بعد زمین پر کھڑے ہو گئے۔ اسی موقعہ پر حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) خیمے سے باہر آئیں اور بلند آواز سے فریاد کرتے ہوئے فرمایا:

وَا اَخَاهُ وَاسَيِّدَاهُ وَا اَهْلَ بَيْتَاهُ اور کہتیں تھیں:

﴿لَيْتَ السَّمَاءُ اُطْبِقَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَلَيْتَ الْجِبَالُ تَدَكْدَكَتْ عَلَى السَّهْلِ﴾

ای کاش آسمان زمین پر گر پڑھتا اور پہاڑ آپس میں ٹکرا کر زمین پر گر پڑتے۔

اس وقت شمر نے اپنی فوج میں بلند آواز سے کہا: اب کیا انتظار ہے حسین (علیہ السلام) کا کام تمام کیوں نہیں کرتے؟ لشکر نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ زرعہ بن شریک نے امام حسین (علیہ السلام) کے بائیں شانے پر تلوار ماری، حضرتؑ نے بھی تلوار سے اس پر حملہ کیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ایک دوسرے شخص نے امام حسین (علیہ السلام) کے کندھے پر تلوار ماری حضرتؑ منہ کے بل زمین پر گر پڑے، اور پھر جب اٹھنا چاہا تو بڑی مشکل سے اٹھے، لیکن پھر شدید کمزوری کی وجہ سے زمین پر گر پڑتے۔ سنان بن انس نخعی نے امام حسین (علیہ السلام) کے گلے پر نیزہ مارا اور پھر باہر نکال لیا اور پھر حضرت کے سینہ پر نیزہ مارا، پھر ایک تیر حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی طرف پھینکا، اور وہ تیر حضرت کے گلے میں لگا جس کی وجہ سے زمین پر گر پڑے پس اٹھے اور بیٹھ گئے اور تیر گلے سے نکالا، تو بہنے والے خون کو سر اور داڑھی پر ملتے ہوئے فرمایا: میں اسی

حالت میں خدا سے ملاقات کروں گا کہ میرے حق کو غصب کیا گیا ہے۔

عمر بن سعد نے اپنے دائیں طرف کھڑے شخص سے کہا: وائے ہو تم پر! جلدی سے حسین (علیہ السلام) کو قتل کرو۔ خولی بن یزید اصبحی نے چاہا کہ سر کو امام حسین (علیہ السلام) کے بدن سے جدا کرے، لیکن اس کا بدن لرزنے لگا، اور وہ واپس چلا گیا۔ سنان بن انس نخعی اترا، اور امام حسین (علیہ السلام) کے گلے پر تلوار ماری اور کہا خدا کی قسم میں آپ کے سر کو جدا کروں گا۔ جب کہ میں جانتا ہوں کہ آپ فرزند پیغمبر ہیں، اور ماں باپ کی طرف شریف و نجیب انسان ہیں۔

اس کے بعد حضرتؑ کے سر اقدس کو بدن سے جدا کیا، اس مقام پر شاعر کہتا ہے۔

فَاَیُّ رَزِیَّۃٍ عدلت حُسَیناً	غداۃ تبیرہ کفا سنانٍ

ترجمہ: کونسی مصیبت ہے جو حسین (علیہ السلام) کی مصیبت کی برابری کر سکے کہ جس دن سنان بن انس کے نجس ہاتھوں نے حضرتؑ کو شہید کیا، اور سر اقدس کو بدن سے جدا کیا۔

ابو طاہر محمد بن حسن ترسی اپنی کتاب [معالم الدین] میں روایت کرتے ہیں کہ امام صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں۔ جب امام حسین (علیہ السلام) شہید ہو گئے۔ تو فرشتے فریاد کرتے ہوئے کہنے لگے: خدایا! حسین (علیہ السلام) تیرا خاص بندہ ہے، اور تیرے پیغمبر کے نواسہ ہیں جن کو ان لوگوں نے شہید کیا ہے۔ خداوند کریم نے حضرت قائم امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی تصویر انہیں دیکھائی اور فرمایا: اس شخص کے ہاتھوں سے امام حسین (علیہ السلام) کا انتقام ان کے دشمنوں سے لوں گا۔

اور روایت میں ہے کہ سنان بن انس کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کی انگلیوں کو جوڑ سے جدا کیا اور اس کے بعد اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دیا اور ایک دیگ میں زتیون کا تیل ڈال کر آگ پر رکھا جب وہ تیل ابلنے لگا تو سنان کو اس میں پھینک دیا اور وہ حرام زادہ حالت اضطراب میں رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت سیاہ رنگ کی آندھی چلی کہ جس کی وجہ سے آسمان

پر اندھیرا چھا گیا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لشکر نے یہ خیال کیا کہ ان پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، یہاں تک کہ آندھی رک گئی۔

امام حسین (علیہ السلام) کی زندگی کے آخری لحظات

ہلال بن نافع روایت کرتا ہے کہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں کھڑا تھا اچانک ایک شخص نے بلند آواز میں کہا: اے امیر! تجھے بشارت ہو کہ شمر نے حسین (علیہ السلام) کو قتل کر دیا ہے۔ میں لشکر کی صف سے نکل کر حسین (علیہ السلام) کے سامنے کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ جاں کنی کے عالم میں ہیں۔

﴿فَوَ اللّٰهِ مَارَاَیْتُ قَطُّ قَتِیْلاً مُضَمَّخاً بِدَمِهٖ اَحْسَنَ مِنْهُ وَلَا اَنْوَرَ وَجْهاً لَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْهِهٖ وَجَمَالُ هَیْأَتِهٖ عَنِ الْفِکْرَةِ فِیْ قَتْلِهٖ﴾

خدا کی قسم میں نے ہرگز ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا چہرہ خاک و خون میں غلطاں ہونے کے باوجود بھی اتنا نورانی ہو، اسی لیے میں آپکو قتل کرنے کی فکر سے غافل ہو گیا۔ امام حسین (علیہ السلام) اس حال میں پانی طلب کر رہے تھے۔

پس میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم تم پانی کا قطرہ نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ، اور وہاں گرم پانی سے سیراب ہو، امامؑ نے فرمایا: میں دوزخ میں نہ جاؤں گا، بلکہ اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ کے پاس جاؤں گا، اور ان کے ساتھ انکے مکان میں رہوں گا، اور جام شیرین پیوں گا، اور وہ مظالم کہ جو تم نے مجھ پر کئے ہیں اس کی شکایت کروں گا۔ ہلال کہتا ہے کہ لشکر والے اس کلام کے سننے سے غضبناک ہوئے، اس طرح کہ گویا خدا نے ان کے دل میں رحم قرار نہیں دیا تھا، اور اس حال میں کہ جب امام حسین (علیہ السلام) ان سے گفتگو کر رہے تھے ان کے بدن اطہر سے ان کے سر کو جدا کیا۔ مجھے انکی بے رحمی پر تعجب ہوا، اور میں نے کہا: کسی کام میں بھی تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

شہادت کے بعد کے حالات

اس کے بعد ابن سعد کے لشکر نے امام حسین (علیہ السلام) کو برہنہ کرنا شروع کر دیا۔ قمیص کو اسحاق بن حویہ حضرمی لے گیا، اور جب اس نے یہ قمیص پہنی تو برص کی بیماری میں مبتلا ہوا، اور اس کے بدن کے تمام بال گر گئے۔ روایت میں ہے کہ حضرتؑ کی قمیص میں ایک سو انیس (۱۱۹) کے قریب تلوار تیر اور نیزوں کے نشان تھے۔

حضرت امام صادق (علیہ السلام) فرماتے ہیں: امام حسین (علیہ السلام) کے بدن میں تینتیس (۳۳) نیزوں کے زخم اور چونتیس (۳۴) زخم تلواروں کے نمایاں تھے۔ امام حسین (علیہ السلام) کی شلوار ابحر بن کعب تیمی لے گیا۔ روایت میں ہے کہ لے جانے کے بعد اس کی دونوں ٹانگیں شل ہو گئیں جس کی وجہ سے چلنے کے قابل نہ رہا۔

امام حسین (علیہ السلام) کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ لے گیا۔ ایک قول کے مطابق جابر بن یزید اودی نے لیا، اور اسے سر پر باندھا تو پاگل ہو گیا۔

اور حضرتؑ کے جوتے اسود بن خالد لے گیا۔ انگوٹھی کو بجدل بن سلیم کلبی لے گیا اس نے انگوٹھی کی خاطر حضرتؑ کی انگلی کو بھی کاٹ دیا۔ اس بجدل بن سلیم کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے، اور اسی حالت میں اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔

امام حسین (علیہ السلام) کی مخمل چادر جو خز شہر سے تھی قیس بن اشعث لے گیا۔ حضرت کی زرہ جس کا نام بتراء تھا عمر بن سعد لے گیا، اور جب عمر مارا گیا تو مختار نے وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو بخش دی۔ امام حسین (علیہ السلام) کی تلوار جمیع بن خلق اودی اور ایک قول کے مطابق قبیلہ بنی تمیم کا ایک آدمی لے گیا جس کو اسود بن حنظلہ کہتے تھے۔ اور روایت ابن ابی سعد میں ہے کہ حضرتؑ کی تلوار فلافس نھشلی لے گیا، اور محمد بن زکریا اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ وہ تلوار اس کے بعد حبیب بن بدیل کی بیٹی کو ملی۔

خیام کی تاراجی اور آگ کا لگانا

راوی کہتا ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کے بعد ایک کنیز خیموں سے نکلی آئی۔ ایک شخص نے اس سے کہا: تیرے آقا حسین (علیہ السلام) شہید کر دیئے گئے۔ کنیز یہ سن کر بلند آواز میں بین کرتی ہوئی، مستورات کی طرف چلی گئی، اور تمام مستورات امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی خبر سن کر، آہ وزاری کرنے لگیں، اس کے بعد فوجیں بڑی تیزی سے اولاد پیغمبرؐ اور فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے نور نظر کے خیموں میں ان کے مال و اسباب لوٹنے کے لئے داخل ہو گئے۔ دختران پیغمبرؐ خیموں سے نکلیں سبھی بلند آواز سے گریہ کر رہی تھیں، اور اپنے عزیزوں اور مددگاروں کی جُدائی پر بین کر رہی تھیں۔

حمید بن مسلم روایت کرتا ہے کہ جب طائفہ بنی بکر بن وائل کی ایک عورت جو اپنے شوہر کے ساتھ عمر سعد کے لشکر میں تھی، دیکھا کہ اشقیاء خیموں کو تاراج کر رہے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر خیموں کی طرف آئی اور کہنے لگی: اے قبیلہ بکر بن وائل! کیا تم میں غیرت اور جوانمردای نہیں ہے کہ تم اس سرزمین پر موجود ہو، اور پیغمبر کی بیٹیوں کی چادریں لوٹی جارہی ہیں؟ اس کے بعد فریاد کرتے ہوئے کہا: ﴿ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ يَا لَثَارَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﴾ اس عورت کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خیموں میں واپس لے گیا۔

راوی کہتا ہے: خیموں کو لوٹنے کے بعد ان میں آگ لگا دی گئی، اور مخدرات عصمت وطہارت برہنہ سر اور برہنہ پا اس حال میں خیموں سے روتی ہوئیں باہر آئیں کہ انکی چادریں چھن چکی تھیں، قیدی بن کر چلیں اسی حال میں لشکر اشقیاء سے کہنے لگیں: تمھیں خدا کا واسطہ ہمیں شہداء کی لاشوں کے قریب سے لے چلو، جب مقتل میں پہنچیں اور سب شہداء پر نگاہ پڑی تو سب نے بلند آواز سے رونا شروع کیا، اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں۔

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کا بھائی کی لاش پر رونا

﴿یٰا مُحَمَّدٰاهُ صَلّیٰ عَلَیْکَ مَلاٰئِکَةُ السَّمٰاءِ هٰذٰا حُسَیْنٌ مَرَمَّلٌ بِالدِّماءِ مُقَطَّعُ الاَعْضٰاءِ وَ بَنٰاتُکَ سَبٰایٰا﴾

ترجمہ: راوی کہتا ہے: خدا کی قسم میں حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) کے وہ بین کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ جوانہوں نے اپنے بھائی حسین (علیہ السلام) کی لاش پر کیئے آپ غم ناک انداز سے بین کرتیں تھیں۔ یا محمداہ! اے جد بزرگوار آپ پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اور یہ آپکا حسین (علیہ السلام) ہے کہ جو ریت پر اپنے خون میں غلطان ہے، اس کے اعضاء ایک دوسرے سے جُدا ہو چکے ہیں، اور یہ تیری بیٹیاں ہیں جو اسیر ہو چکی ہیں۔ میں ان مظالم پر خدا، محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، فاطمہ (سلام اللہ علیہا) اور حمزہ سید الشھدا کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں۔ یا محمداہ! یہ آپکا حسین ہے کہ جو سرزمین کربلا پر برھنہ وعریان پڑا ہے اور باد صبا اس پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپکا حسینؑ ہے جو حرام زادوں کے ظلم وستم کی بنا پر قتل کیا گیا۔ واحزناہ واکرباہ! گویا آج کے دن میرے جد بزرگوار رسول خداؐ اس دنیا سے گئے ہیں۔

اے محمدؐ کے اصحاب! یہ تمھارے پیغمبر کی والاد ہے جن کو قیدیوں کی طرح قید کر کے لے جارہے ہیں۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) نے عرض کیا: یا محمداہ! آج آپکی بیٹیاں قیدی ہیں، اور بیٹے قتل ہوئے، اور باد صبا ان کے بدن پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپکا حسینؑ ہے جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا۔ اور اس کا عمامہ اور چادر لوٹ لی گئی۔ میرے ماں، باپ قرباں ہوں اس پر کہ جس کے لشکر کو سوموار کے دن دو پہر کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ میرے ماں، باپ قربان ہوں اس پر کہ جس کے خیموں کو جلا دیا گیا۔

﴿بِاَبِی مَنْ لاٰ غٰائِبٌ فَیُرْتَجیٰ وَلاٰجَرِیحٌ فَیُتَداویٰ﴾

میرے باپ اس پر قربان، جسکا وجود ایسا نہیں جسکے واپس آنیکی امید کی جاسکے اور

جس کے زخم ایسے نہیں کہ جن کا علاج کیا جاسکے۔ میرے ماں، باپ اس پر قربان جس پر میں خود بھی فدا ہونا پسند کرتی تھی۔

﴿بِاَبِی الْمَهْمُوْم حَتّٰی قَضٰی بِاَبِی الْعَطْشَان حَتّٰی مَضٰی﴾

میرے ماں، باپ اس پر قربان کہ جس کا دل غم وغصہ سے بھرا ہوا تھا، اور اسی حال میں دنیا سے چلا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر کہ جس کو تشنہ لب شہید کر دیا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر کہ جسکے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ پیغمبرؐ خدا ہے۔ بِاَبِی مَنْ هُوَ سِبْطُ نَبِیِّ الْهُدٰی بِاَبِی مُحَمَّدِ مُصْطَفیٰ بِاَبِی خَدِیْجَةَ الْکُبْریٰ بِاَبِی عَلَی الْمُرْتَضٰی بِاَبِی فَاطِمَةَ الزَّہْرٰا سَیِّدَةِ النِّساءِ بِاَبِی مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ حَتّٰی صَلّٰی۔

راوی کہتا ہے خدا کی قسم جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کے آہ و بکاء نے دوست و دشمن سب کو رولا دیا۔

اس کے بعد جناب سکینہ (سلام اللہ علیھا) نے اپنے باپ کی لاش سے لپٹ گئیں۔ ایک گروہ عرب کا آیا، اس نے سکینہ کو باپ کی لاش سے جدا کیا۔

اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج میں اعلان کیا: کون تیار ہے کہ جو حسین (علیہ السلام) کے بدن پر گھوڑے دوڑائے۔ دس (۱۰) آدمیوں نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا، ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ اسحاق بن حربہ (کہ جس نے حضرتؑ کی قمیص چھینی تھی)
۲۔ اخنس بن مرثد۔ ۳۔ حکیم بن طیفل سبنی
۴۔ عمر بن صبیح صیداوی۔ ۵۔ رجاء بن منقذ۔
۶۔ سالم بن خثیمہ جعفی۔ ۷۔ واحظ بن ناعم۔
۸۔ صالح بن وھب جعفی۔ ۹۔ ھانی بن شبث حضرمی۔
۱۰۔ اسید بن مالک (لعنھم اللہ)

خدا ان سب پر لعنت کرے کہ جنہوں نے امام حسین (علیہ السلام) کے بدن اطہر کو اسطرح گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا، اور آپکے سینے اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

یہ دس آدمی کوفہ میں آ کر ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اسید بن مالک کہ جو انہی میں سے تھا کہنے لگا: ابن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم وہ افراد ہیں جنھوں نے بدن حسین (علیہ السلام) پر گھوڑے دوڑائے اور ان کے سینے اور پشت کی ہڈیوں کو چور چور کر ڈالا۔ ابن زیاد نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی، اور بہت کم انعام انہیں دیا۔ ابوعمرو زاھد کہتا ہے کہ میں نے ان دس کی تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب حرامزادے ہیں۔

ان دس آدمیوں کو مختار نے پکڑا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں لگا کر زمین پر گاڑ دیا، اور حکم دیا کہ ان پر گھوڑے دوڑائے جائیں، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

تمام لشکر کوفہ پر عذاب

ابن ریاح روایت کرتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شہادت امام حسین (علیہ السلام) کے دن کربلا میں حاضر تھا۔ کسی نے اس سے نابینا ہونیکی علت پوچھی، تو اس نے جواب دیا کہ ہم دس آدمی باہم تھے کہ امام حسین (علیہ السلام) کے قتل کرنے کیلئے کربلا میں آئے، لیکن میں نے تلوار اور نیزے سے لڑائی نہیں کی۔ جب امام حسین (علیہ السلام) قتل ہو گئے تو اپنے گھر واپس آیا اور نماز عشا پڑھکر سو گیا، اور عالم خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: تجھے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلا رہے ہیں۔ اٹھو اور تعمیل کرو، میں نے کہا: مجھے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کیا کام؟ وہ شخص میرا گریبان کھینچتے ہوئے رسول خداؐ کے پاس لے گیا۔ میں نے پیغمبر خاتم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صحرا میں بیٹھا ہوا دیکھا، اور آپکی آستین الٹی ہوئی تھیں، ہاتھ میں ایک (ہتھیار) تھا، اور ایک فرشتہ ان کے سامنے

کھڑا تھا، اس کے ساتھ میں ایک (ہتھیار) آگ کا تھا۔ وہ میرے نو (۹) ساتھیوں کو قتل کر چکا تھا، اور جس کو بھی ضرب لگاتا تھا، اس کو سر سے پاؤں تک آگ گھیر لیتی اور جلا دیتی۔

میں رسول خداؐ کے قریب گیا اور ان کے سامنے دو زانو زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا، لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کوئی جواب نہ دیا، اور کافی دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد اپنے سر کو بلند کیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! تو نے میری ہتک حرمت کی، میری عترت کو قتل کیا اور میرے حق کی رعایت نہیں کی اور جو کچھ کرنا چاہا، وہ کر دکھایا۔

میں نے جواب دیا: یا رسول اللہؐ خدا کی قسم میں نے آپ کے فرزند کو قتل کرنے میں تلوار نہیں ماری اور نہ نیزہ مارا اور نہ ہی تیر پھینکا۔ فرمایا درست ہے، لیکن تو نے میرے حسینؑ کے قاتلوں کی لشکر میں اضافہ کیا۔ میرے قریب آ۔ میں آنحضرت کے قریب گیا میں نے دیکھا ایک طشت خون سے بھرا ہوا، آنحضرتؐ کے سامنے تھا۔ مجھ سے فرمایا: یہ خون میرے حسین کا ہے، اس کے بعد خون میری آنکھوں پر ملا، جب جاگا تو اب تک کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) محشر میں

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کیلئے ایک نورانی خیمہ بنایا جائے گا، امام حسین (علیہ السلام) کو اس حال میں کہ ان کا سر بدن پر نہ ہوگا اپنے ہاتھ پر اٹھا کر لائیں گی۔ اور فریاد کریں گی کہ تمام ملائکہ مقربین اور پیغمبران مرسل ان کے رونے سے رونا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد خداوند متعال فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کیلئے حسین (علیہ السلام) کو بہترین صورت

میں ظاہر کریگا، اور امام حسین (علیہ السلام) اس حال میں کہ بدن بے سر ہوگا اپنے
قاتلوں سے مقابلہ کریں گے۔ اور خدا قاتلین اور جو لوگ اس کے قتل کیلئے
آمادہ تھے اور وہ جوان کے ساتھ قتل میں شریک ہوئے تھے' تمام کو فاطمہ (سلام
اللہ علیہا) کے سامنے لائے گا۔ جب حاضر ہوں گے تو میں ان کے ایک ایک فرد
کو قتل کروں گا، پھر زندہ ہوں گے۔ امیر المؤمنینؑ ان کو قتل کریں گے، پھر زندہ
ہوں گے۔ امام حسنؑ ان کو قتل کریں گے، پھر انہیں زندہ کیا جائے گا۔ امام حسین
(علیہ السلام) ان کو قتل کریں گے، اس کے بعد پھر زندہ ہوں گے ہر ایک ہماری
ذریت سے ایک ایک مرتبہ ان کو قتل کریں گے۔ اس وقت میرا غضب ختم ہوگا
اور غم واندوہ ختم ہوجائے گا۔

اس کے بعد امام صادقؑ نے فرمایا: خدا ہمارے شیعوں پر رحمت نازل
فرمائے۔ خدا کی قسم وہ حزن وحسرت کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہماری
مصیبت میں شریک ہیں۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو
فاطمہ (سلام اللہ علیہا) چند مستورات کے ساتھ محشر میں آئیں گی' ان سے
خطاب ہوگا کہ بہشت میں داخل ہوجاؤ تو وہ کہیں گی کہ میں جنت میں داخل
نہیں ہوں گی یہاںتک کہ میرے بعد میرے بیٹے کے ساتھ جو ظلم کیا گیا اسے
دیکھ نہ لوں۔

خطاب ہوگا ﴿اُنْظُرِیْ فِیْ قَلْبِ الْقِیَامَۃِ﴾ محشر کے وسط میں
دیکھو۔ کیا دیکھیں گی کہ حسین (علیہ السلام) بغیر سر کے کھڑے ہیں۔ اس منظر کو دیکھتے
ہی بلند آواز سے رونے لگیں گی اور انکے رونے سے میں اور فرشتے روئیں
گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) حسین (علیہ السلام) کو

دیکھ کر فریاد کریں گی ﴿وَا وَلَدَاہُ وَا ثَمَرَۃَ فُؤَادَاہُ﴾ اس وقت
خداوند متعال فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی خاطر غضب میں آئے گا، اور آگ جس کا
نام ھب ھب ہے۔ اور ہزار سال سے جلائی گئی ہے، یہاں تک کہ سیاہ رنگ
کی ہوگئی ہے، اور کبھی بھی آرام اس میں داخل نہیں ہوگا۔ اور غم واندوہ کبھی اس
سے نہیں نکلے گا۔ حکم کریں گے قاتلین حسین (علیہ السلام) کو جدا کریں، آگ ان کو
لوگوں سے جدا کریں گی۔ اور جب وہ داخل ہوں گے آگ بلند آواز سے
بھڑک اٹھے گی اور وہ جماعت بھی فریاد کرے گی اور بلند آواز سے کہے گی:
پروردگارا! کس لیے بت پرستوں سے پہلے آگ کو ہم پر واجب قرار دیا، اور
ہمیں معذب قرار دیا؟ خطاب ہوگا: جو جاننے والا ہے وہ نہ جاننے والے کی
مثل نہیں ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں روایت ابن بابویہ نے اپنی کتاب (عقاب الاعمال) میں
نقل کیں ہیں، اور جلد نمبر۳ کتاب (تذییل) کہ جو تالیف محمد بن نجار [شیخ
المحدثین] بغداد کی ہے۔ شرح حال فاطمہ فرزند ابوالعباس ازدی میں
نے دیکھی ہیں۔ بااسناد خود طلحہ سے نقل کرتے ہیں۔
رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میں نے سُنا ہے فرماتے تھے: موسی بن عمر
ان نے خداوند سے درخواست کی کہ میرا بھائی ھارون دنیا سے چلا گیا ہے۔ تو
اسکو بخش دے۔ خداوند نے آپکو وحی بھیجی: اے موسی! اگر مجھ سے درخواست کرو
کہ تمام افراد اولین وآخرین کو بخشوں، تو ضرور قبول کروں گا، مگر قاتلان حسین
بن علی بن ابیطالب صلوات اللہ وسلامہ علیہما کو ہرگز نہیں بخشوں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسیران کربلا کا کوفہ و شام کی طرف روانہ ہونا

اسیران کربلا کی کوفہ وشام روانگی

عصر عاشورا عمر بن سعد کے کہنے پر امام حسین (علیہ السلام) کے سر اقدس کو خولی بن یزید، اور حمید بن مسلم ازدی کے ذریعہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا، اسکے بعد اس نے حکم دیا کہ شہداء کربلا کے جوانوں کے سروں کو بدن سے جدا کر کے شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ذریعے سے ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کیا جائے۔

عمر سعد گیارہ محرم تک کربلا میں رہا۔ اس کے بعد امامؑ کے پسماندگان کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوا، بیبیوں کو بلوائے عام میں ننگے سر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اور انھیں ترک و روم کے قیدیوں کی طرح شدید مصائب والآم کی حالت میں قیدی بنایا گیا۔

یہاں پر عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

يُصَلّٰى عَلَى الْمَبْعُوْثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

وَيُغْزٰى بَنُوْهُ اِنَّ ذَا لَعَجِيْبُ

یعنی پیغمبرؐ جو کہ آل بنی ہاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں، اس پر تو یہ درود و سلام بھیجتے ہیں، لیکن تعجب اس پر ہے کہ ان کی آل کے ساتھ جنگ وجدال کرتے ہیں۔

ایک اور شعر ہے:

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا

شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی: کیا جنھوں ں نے امام حسین (علیہ السلام) کو شہید کیا، وہ امید رکھتے ہیں کہ انھیں ان کے جد امجد کی شفاعت نصیب ہوگی۔

روایت میں ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) کے اصحاب کے سروں کی تعداد ۷۸ تھی۔ اور جو قبیلے کربلا میں موجود تھے انھوں نے ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کی خشنودی کی خاطر سروں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ قبیلہ کندہ قیس بن اشعث کی نگرانی میں تیرہ سر، قبیلہ ہوازن شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں بارہ سر، قبیلہ بنی تمیم کی نگرانی میں سترہ سر، بنی اسد کی

نگرانی میں سولہ سر، قبیلہ مذحج کی نگرانی میں سات سر اور بقیہ لوگ تیرہ سر (۱۳) کوفہ لے گئے۔

تدفین شہداء اور اسیروں کا کوفہ میں داخلہ

راوی کہتا ہے: جب عمر ابن سعد کربلا سے دور چلا گیا، تو قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگوں نے دو کام سرانجام دیئے، ایک شہدائے کربلا کی نماز جنازہ ادا کی، اور دوسرا کام جہاں شہداء کو شہید کیا گیا تھا وہیں انکو دفن کیا۔

جب عمر ابن سعد کربلا کے اسیروں کے ساتھ کوفہ کے نزدیک پہنچا تو اہل کوفہ کثیر تعداد میں تماشائی صورت میں جمع تھے۔ اسی اثنا میں چھت پر بیٹھی، عورتوں میں سے ایک عورت نے اسیروں سے سؤال کیا: مِنْ اَیِّ الْاُسَارىٰ اَنْتُنَّ ؟ کہ تم کس ملک اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ فَقُلْنَ نَحْنُ اُسَارىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، انھوں نے جواب دیا کہ ہم اسیران آل محمد ہیں۔ وہ عورت چھت سے نیچے اتری اور اپنے گھر سے لباس، چادریں اور مقنعہ لیکر اہل بیت اطہارؑ کی خدمت میں لائی، تاکہ بیبیاں اپنے سروں کو ڈھانپ لیں۔ امام سجادؑ شدید بیماری کی وجہ سے بہت نحیف ہو چکے تھے اور ان کے ہمراہ حسن ابن حسن مثنیٰ زخمی حالت میں موجود تھے۔

صاحب کتاب مصابیح روایت کرتے ہیں کہ حسن ابن مثنیٰ نے عاشور کے دن حضرت امام حسین (علیہ السلام) کی نصرت میں سترہ (۱۷) افراد کو ھلاک کیا اور اپنے بدن نازنین پر اٹھارہ زخم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گرے، تو ان کے ماموں نے انھیں اٹھایا اور کوفہ لے گئے، اور وہاں پر ان کا علاج کرانے کے بعد مدینہ لے گئے۔

اسی طرح امام حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے دو اور فرزند بنام زید اور عمرو اسیروں میں موجود تھے۔ اہل کوفہ اسیروں کی یہ حالت دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ امام زین العابدین (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿ اَتَنُوْحُوْنَ وَ تَبْكُوْنَ مِنْ اَجْلِنَا؟ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ قَتَلَنَا؟ ﴾

کیا ہمارے لئے گریہ کر رہے ہو، اور ہم پر نوحہ کناں ہو؟ پس ہمارا قاتل کون ہے اور کس نے ہمیں قتل کیا؟!!!

حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) کا خطبہ

بشیر بن حزیم اسدی روایت کرتا ہے کہ میں نے زینب بنت علیؑ کا خطبہ سنا۔ خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے کوئی عالمہ بی بی نہیں دیکھی کہ جس نے علیؑ کی طرح خطبہ دیا ہو۔

﴿ وَ قَدْ اَوْمَاَتْ اِلَى النَّاسِ اَنِ اسْكُتُوْا فَارْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَسَكَنَتِ الْاَجْرَاسُ ﴾

لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ اس اشارے سے لوگوں کے سانس سینوں میں رک گئے، اونٹوں کی گھنٹیاں بجنا بند ہو گئیں، اسکے بعد خطبہ دینا شروع کیا:

حمد و ثنائے الٰہی اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے اہل کوفہ! اے مکار اور دغا باز و! کیا ہم پر گریہ کر رہے ہو؟!!! ابھی تک ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ہماری آہ و بکاء نہیں رکی۔ تمہاری مثال اس عورت کی طرح ہے کہ جو سارا دن چرخہ پر دھاگہ بنتی رہے اور رات کو اُسے اُدھیڑ ڈالے۔ تم نے اسلام کی آڑ میں اپنے درمیان مکر و فریب کو ایجاد کیا۔ تم نے ایمان کا عہد و پیمان باندہ کر توڑ دیا۔ تم فقط مفسد اور خود پرست ہو، کینہ پرور اور کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے والے ہو...... تمہاری مثال اُس سبزے کی طرح ہے جو گندگی پر اُگنے والا ہے کہ جو کھانے کے قابل نہیں اور اس چاندی کی طرح ہے جو قیدی کی زینت بنے کہ جو قابل استفادہ نہ ہو۔ اور کیا کتنا بُرا توشۂ راہ تم نے اپنی آخرت کیلئے آمادہ کیا ہے۔ جو خدا کے غضب کا موجب بنا ہے اور تمہارے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

کیا ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر گریہ اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہو؟ ہاں! خدا کی قسم تمہیں زیادہ رونا اور کم ہنسنا چاہیئے۔ تم نے اپنے دامن پر جو رسوائی کا داغ لگالیا ہے، اُسے دنیا کا کوئی پانی بھی صاف نہیں کر سکتا، اور بھلا کس طرح فرزند رسولؐ اور سید

جوانان اہل بہشت کے خون کو مٹایا جاسکتا ہے؟!!

وہ شخصیت کہ جو جنگوں میں تمہاری پناہ گاہ تھی، دشمن کے مقابل احتجاج کرنے میں، نیز مشکلات میں تمہاری پناہ گاہ تھی اور جس نے تم کو دین سکھایا تم نے اپنی پشت پر بہت بڑا گناہ اٹھالیا ہے۔ خدا تمھیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ تمہاری کوشش نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے نقصان اٹھایا، تمہارا یہ معاملہ تمہارے نقصان کا باعث بنا۔ تم نے خدا کے عذاب کی طرف رخ کیا اور ذلت وخواری نے تمہارا محاصرہ کرلیا۔

يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ ! اَتَدْرُوْنَ اَىَّ كَبِدٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَرَيْتُمْ وَاَىَّ كَرِيْمَةٍ اَبْرَزْتُمْ وَاَىَّ دَمٍ لَهُ سَفَكْتُمْ وَاَىَّ حُرْمَةٍ لَهُ انْتَهَكْتُمْ

اہل کوفہ! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کس جگر رسول کو شگافتہ کیا؟ اور عصمت وطہارت کی پروردہ رسول کی بیٹوں کو بے پردہ کیا، اور کس کے خون کو تم نے زمین پر بہایا؟!!! کس کی حرمت کو پامال کیا؟ کس قدر تم نے ناروا کام انجام دیا۔ اور کس گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے ہو؟ کہ تمہارے ظلم وستم کی بزرگی زمین وآسمان کے برابر ہے؟!!!

اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ مَطَرَتِ السَّمَاءُ دَماً

کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے کئی گنا زیادہ سخت اور ذلیل وخوار کرنے والا ہوگا۔ اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ جو مہلت تمھیں خدا نے دی ہے اُسے معمولی وخفیف نہ سمجھو، چونکہ خداوند کریم انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا، اور خداوند نہیں ڈرتا کہ ناحق بہائے جانے والے خون کا انتقام اس سے فوت ہوجائے، اور تمہارا رب تمہارے انتظار میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے لوگوں کو دیکھا جو اس خطبہ کے دوران حیرت زدہ تھے، اور بلند آواز سے گریہ کررہے تھے۔ اور اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہے تھے، اور میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ جس کی ڈاڑی

آنسوؤں سے تر ہوچکی تھی، اور کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کے بزرگ بہترین بزرگ، آپ کے جوان بہترین جوان، آپ کی مستورات بہترین مستورات، اور آپ کا خاندان بہترین خاندان ہے کہ کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوگا۔

حضرت فاطمہ بنت حسینؑ (سلام اللہ علیہا) کا خطبہ

زید بن موسی ابن جعفرؑ اپنے آباؤ واجداء سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسینؑ نے کربلا سے کوفہ پہنچنے کے بعد اس طرح سے خطاب فرمایا:

سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں۔ میں اس کی حمد وثنا کرتی ہوں۔ ریت کے زروں اور پتھر کے سنگ ریزوں کے برابر کہ جن کی مقدار زمین سے آسمان تک پھیلی ہو، میں اس پر ایمان رکھتی ہوں، اور اُسی پر توکل وبھروسہ رکھتی ہوں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس کے بندے اور پیغمبر ہیں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ جس کی اولاد کو بے جرم وخطا فرات کے کنارے ذبحہ کیا گیا۔

اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتی ہوں، اس بات سے کہ تیری طرف جھوٹ کی نسبت دوں، یا اُس کے خلاف کہوں کہ جو تو نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ: اپنے وصی علی بن ابی طالبؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لیں۔ وہی علیؑ کہ جن کے حق کو غصب کیا گیا اور ان کو بے گناہ قتل کیا گیا کہ جس طرح ان کے فرزند کو کل سرزمین کربلا پر ایسی جماعت نے قتل کیا کہ جو بظاہر مسلمان اور باطن میں کافر تھے۔ وائے ہو ان کے سرداروں پر کہ جنھوں نے اس کی زندگی میں اور آخری وقت میں بھی ظلم وستم کرنے سے دریغ نہ کیا، یہاں تک کہ تو نے انکو تمام حسن منقبت اور پاکیزہ طبیعت کے ہاتھ اپنے پاس بلالیا۔

اے پروردگار! ملامت کرنے والوں کی ملامت اُنکو تیری عبودیت وبندگی سے نہ روک سکی، اور تو نے اُنکی بچپن میں اسلام کی طرف راھنمائی کی' اور جب وہ بڑے ہوئے تو ان کے فضائل کو بیان کیا' اور انہوں نے ہمیشہ تیری راہ میں اور تیرے پیغمبرؐ کی خوشنودی کی

خاطر امت کو نصیحت کی، اور یہاں تک کہ تو نے اُن کی روح کو قبض کر لیا۔ وہ دنیا سے بے نیاز اور اُس کی طرف حریص نہ تھے۔ اور آخرت کے مشتاق تھے۔ اور تیری راہ میں تیرے دشمنوں سے نبرد آزما تھے۔ تو ان سے راضی ہو گیا، اور اُنکو تو نے منتخب کیا اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھا۔

امابعد! اے اہل کوفہ! اے اہل مکر وفریب! خدا نے ہم اہل بیتؑ کی تمہارے ذریعہ سے آزمائش کی اور تمہارا امتحان ہمارے وسیلہ سے لیا۔ خدا نے ہمیں اس امتحان میں کامیاب کیا، اور اپنے علم کو بطور امانت ہمارے سپرد کیا۔ پس ہم ہی اس کے علم وحکمت کے خزانے ہیں۔ اور ہم ہی روے زمین پر اس کی حجت ہیں۔

خداوند متعال نے ہمیں اپنی کرامت سے نوازہ، اور حضرت محمدؐ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔ تم نے ہمیں جھٹلایا، اور ہماری تکفیر کی، ہمارا خون بہانا مباح سمجھا اور ہمارے ساتھ جنگ کرنا حلال اور ہمارے مال واسباب کو لوٹنا جائز سمجھا، گویا ہم اسیران ترک وکابل تھے! چنانچہ کل ہمارے جد بزرگوار (حضرت علی علیہ السلام) کو قتل کیا، اور ابھی تک ہمارا خون تمہاری دیرینہ دشمن کی وجہ سے تمھارے تلوار سے ٹپک رہا ہے، اور وہ الزام کہ جو تم نے خدا پر لگایا، اور دھوکہ وفریب دیا کہ جس سے تمہاری انکھیں ٹھنڈی اور تمہارے دل سرد ہیں، لیکن خداوند متعال فریب دینے والوں سے بہترین انتقام لینے والا ہے۔

اب تم ہمارے خون سے ہاتھ رنگین کر کے، اور ہمارے مال واسباب کے لوٹنے سے خوش نہ ہو جاؤ، کیونکہ ان پیش آنے والے مصائب کے بارے میں خدا کی کتاب بھی پہلے سے موجود ہے۔ اور یہ خداوند متعال پر آسان ہے۔

﴿انَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیرٌ لِکَیْلَا تَأسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَ لَاتَفْرَحُوْا بِمَا اٰتَاکُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

وہ چیز جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرو، اور جو تمہیں مل جائے اس پر خوشحال نہ ہو، اور خداوند کریم کسی بھی مکر وفریب پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اے کوفہ والو! وائے ہو تم پر، اب تم منتظر رہو کہ جلد ہی خداوند کا عذاب اور لعنت تم پر نازل ہو گی، اور وہ تمہیں گناہوں پر عذاب دیگا، اور تم میں بعض کو بعض سے لڑائے گا، اور جس آن قیامت برپا ہو گی کہ جو ظلم تم نے ہم پر کئے، اس کی پاداش میں تمہیں ہمیشہ دوزخ کی درد ناک آگ میں جلائیگا۔

﴿الا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ﴾

وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ! کیا تم جانتے ہو کہ کن ہاتھوں سے تم نے ہمیں نیزوں اور تلواروں سے نشانہ بنایا؟ اور کس حوصلہ کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کی؟ اور کن قدموں کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کیلئے آئے؟ اور خدا کی قسم، تمہارے دل قساوت سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے جگر پتھر بن چکے ہیں، اور تمہارے دل علم ودانش سے بے بہرہ ہو چکے ہیں، اور تمہاری آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہو چکے ہیں۔

اے اہل کوفہ! شیطان نے تمہیں فریب دیا اور تمہیں صراط مستقیم سے منحرف کیا، اور اس طرح سے جہالت کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا کہ پھر کبھی بھی ھدایت نہ پاسکو گے۔

اے اہل کوفہ! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کی جو تمہاری گردن پر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خون ہے۔ وہ تم سے طلب کریں گے۔ اور وہ دشمنی کہ جو تم نے ان کے بھائی علی ابن ابی طالب اور انکی اولاد وعترت سے کی، اور تم میں سے بعض نے مظالم میں افتخار کیا اور کہتے ہو:

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَبَنِى عَلِىٍّ بِسُيُوْفٍ هِنْدِيَةٍ وَ رِمَاحٍ
وَسَبَيْنَا نِسَائَهُمْ سَبْىَ تُرْكٍ وَنَطَحْنَاهُمْ فَاَىُّ نِطَاحٍ

ہم نے علیؑ اور ان کی اولاد کو ھندی تلواروں اور نیزوں کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل بیتؑ کو ترک کے اسیروں کی مانند اسیر بنایا۔ خاک ہو تمہارے منہ پر، اے وہ شخص کہ جو ایسے جوانوں کے قتل پر فخر کر رہا ہے کہ جن کو خداوند کریم نے ہر نجاست سے پاک وپاکیزہ قرار دیا۔ اے پلید! اپنے غصے کو پی جا، اور کتے کی طرح اپنے جگہ بیٹھ جا۔ کہ جس طرح تمہارا

باپ بیٹھا تھا، وہی ہر شخص کیلئے ہے کہ جو اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجتا ہے۔ وائے ہو تم پر، کیا تم
ہم سے حسد کرتے ہو۔ اس فضیلت پر کہ جو خداوند کریم نے ہمیں عنایت کی ہے؟!
یہ خدا کا فضل ہے، اور وہی صاحب فضل عظیم ہے، اور جس کو چاہے عطا
کرے اور جس کو خدا اپنے نور سے محروم کر دے۔ وہ ظلمت و تاریکی میں رہے گا۔
جیسے ہی جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کا خطبہ یہاں پر پہنچا لوگ بلند آواز کے ساتھ
رونے لگے اور کہا کہ اے دختر آل اطہار: ہمارے دلوں اور سینوں کو آگ لگا دی ہے، اور
ہمارے جگروں کو غم و حزن کی آگ نے جلا دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! بی بی جناب
فاطمہ (سلام اللہ علیہا) خاموش ہو گئیں۔

خطبہ جناب ام کلثوم (سلام اللہ علیہا)

راوی کہتا ہے کہ جناب ام کلثوم بنت امیر المؤمنینؑ بلند آواز سے رو رہی تھیں، اور
پس پردہ محمل سے اس خطبہ کو بیان فرمایا:
اے اہل کوفہ! وائے ہو تم پر، کیوں حسین (علیہ السلام) کی توہین کی، اور انھیں قتل کیا اور
ان کے مال و اسباب کو برباد کیا، اور ان کی مستورات کو قیدی بنایا، اور اس کے باوجود اس پر رو
رہے ہو۔ وای ہو تم پر، ہلاکت اور بدبختی تمھیں آلے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کتنے بُرے کام
کے مرتکب ہوئے ہو، اور کتنا عظیم ظلم اپنی گردن پر لیا ہے؟ اور کس کے خون ناحق کو بہایا؟ اور
کن پردہ نشینوں کو پردہ سے باہر لائے ہو؟ اور کس خاندان کو ان کے زیورات سے محروم کیا
ہے؟ اور کن کے اموال و اسباب کو لوٹا ہے؟ اور تم نے ایسے افراد کا قتل کیا کہ رسول خداؐ کے بعد
ان کے مقام کو کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا؟ رحم و مہربانی تمہارے دلوں سے چھین لی گئی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ
صرف خداوند کی جماعت ہی کامیاب ہے اور شیطان کی جماعت خسارہ اُٹھانے والی۔ پھر آپ نے ان
اشعار کو بیان فرمایا:
میرے بھائی کو قتل کیا، وائے ہو تمہاری ماؤں پر! جلدی ہی عذاب کی آگ میں

گرفتار ہو جاؤ گے، اور اس میں جلتے رہو گے، اور تم نے ایسے خون کو پامال کیا کہ جس کے
بہانے کو خدا، قرآن اور رسول نے حرام قرار دیا ہے۔ میں تمھیں جہنم کی آگ کی بشارت
دیتی ہوں اور ضرور بالضرور روز قیامت آتش جہنم میں جلائے جاؤ گے، اور میں ہمیشہ اپنے
بھائی پر روتی رہونگی۔
اور ہاں! یہ آنکھیں ہمیشہ دریا کی طرح اشک بہاتی رہیں گی، اور یہ رونا کبھی ختم نہ
ہوگا۔
چنانچہ اس دوران لوگوں کے نالہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ عورتوں نے اپنے
بالوں کو کھول دیا اور مٹی سروں پر ڈال لی، اور اپنے چہروں کو نوچنے لگیں، اور اپنے چہروں پر
طمانچے مارنے لگیں، اور ان کے مردوں نے رونا شروع کیا، اور ڈاڑھیوں کے بالوں کو
نوچنا شروع کیا، اور کوئی ایسا موقعہ دیکھا نہیں گیا کہ لوگ اس طرح سے روئے ہوں۔

خطبہ امام سجاد علیہ السلام

اس کے بعد حضرت امام سجادؑ زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہونے
کیلئے اشارہ کیا۔ اور لوگ خاموش ہو گئے۔
حضرت کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الٰہی بجالائے، اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام
مبارک زبان پر لائے اور ان پر درود و سلام بھیجا، اور فرمایا:
اے لوگو! جو کوئی مجھ سے آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور جو کوئی مجھے
نہیں جانتا، میں اُسے اپنا تعارف کراتا ہوں۔ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ
السلام ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی حرمت پامال کی گئی، اور اس سے نعمت چھین لی
گئی، اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا، اور اس کے اہل بیت کو اسیر بنایا گیا۔
میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کو بغیر جرم و خطاء کے نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔
میں اس کا فرزند ہوں کہ جسے شدید تکلیف کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور یہی افتخار ہمارے لئے

کافی ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تم نے میرے والد بزرگوار کو خط لکھے اور جیسے ہی وہ تمہاری طرف آئے تو تم نے ان کے ساتھ مکر وفریب کیا، اور اس کے بعد انھیں قتل کر دیا۔ لوگو! وائے ہو تم پر، کہ یہ ذخیرہ کہ جو تم نے عالم آخرت میں اپنے ہاتھو بھیجا، اور کس قدر برُا عقیدہ رکھتے ہو!

تم کس آنکھ کے ساتھ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مبارک چہرے کی طرف نگاہ کرو گے کہ جس وقت وہ تم سے کہیں گے:

تم نے میری اولاد کو قتل کیا، اور میری ناموس کی ہتک حرمت کی، اور تم میری امت میں سے نہیں ہو؟!

تو اس دوران ہر طرف سے رونے اور گریہ کرنے کی آوازیں بلند ہوئیں، اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم ھلاک ہوئے اور نہ سمجھے۔

حضرت امام سجادؑ نے فرمایا: خدا ہر اس شخص کو اپنی رحمت میں شامل کرے کہ جس نے میری نصیحت کو قبول کیا، اور میری اسی وصیت کی خدا اور اس کے رسول اور اس کے اہل بیت کی راہ میں حفاظت کی، کیونکہ ہماری پیروی اور اقتداء کرنا گویا رسول خداؐ کی پیروی کرنا ہے۔

لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا: اے فرزند پیغمبر! ہم ہمہ تن گوش آپ کے ہر فرمان کے مطیع ہیں، اور آپ سے عہد و پیمان کے پابند ہیں، اور ہرگز کبھی بھی آپ سے روگردانی نہیں کرینگے، اور جو بھی حکم کریں گے اطاعت کریں گے، اور ہماری ہر اس شخص سے جنگ ہوگی جو آپ سے جنگ کریگا، اور جو آپ سے صلح کرے گا، اور یہاں تک کہ یزید سے انتقام لیں گے، اور جن لوگوں نے آپ پر ظلم وستم کیا ان سے بیزاری اختیار کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ھیھات، ھیھات! اے غدارو! اور مکارو! تمہاری فطرت میں مکر و فریب کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیا تم پھر چاہتے ہو کہ جو ظلم ہمارے بزرگوں کے ساتھ کیا اس ظلم کو دوبارہ میرے ساتھ کرو۔ خدا کی قسم اس طرح ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ابھی تک تو وہ زخم

مندمل نہیں ہوئے کہ جو میرے والدؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر ڈھائے جانے سے میرے دل کو لگے ہیں، اور اپنے جد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اور والد بزرگوار اور اپنے بھائیوں کی مصیبت کو فراموش نہیں کر سکا، اور اس کی تلخی ابھی تک باقی ہے اور میرے سینے اور گلے کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کا غم ابھی تک میرے سینہ میں باقی ہے۔ میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ تم میری مدد کرو اور نہ ہمارے ساتھ جنگ کرو۔ اس کے بعد یہ اشعار بیان فرمائے:

اگر حسین (علیہ السلام) قتل کیئے گئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، چونکہ ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالبؑ جو ان سے افضل تھے قتل کیئے گئے۔ پس اے اہل کوفہ! جو مصائب و مشکلات حسین (علیہ السلام) کو پیش آئیں ہیں اس پر خوش نہ ہو جاؤ۔ ان کی دنیا کی تمام مصیبتوں سے عظیم تھی۔ وہ حسین (علیہ السلام) کہ جو نہر فرات کے کنارے قتل ہوئے؟ میری جان ان پر قربان ہو۔ یقیناً ان کے قاتلوں کی جزا آتش جہنم ہے۔

حضرت امام سجادؑ نے ان مذکورہ اشعار کے بعد یہ شعر ارشاد فرمایا:

رضينا منكم راسا براس   فلا يوم لنا ولا علينا

ہم تم سے راضی ہوئے۔ پس تم نہ ہمارا ساتھ دو، اور نہ ہم سے جنگ کرو۔

دار الامارہ میں اہل بیتؑ کا وارد ہونا

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد دار الامارہ کے محل میں بیٹھا، تمام عام لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ امام حسین (علیہ السلام) کے مقدس سر کو لایا گیا۔ اور اس کے سامنے رکھا گیا، نیز امام حسین (علیہ السلام) کے اہل بیتؑ اور ان کی اولاد کو وارد کیا گیا۔ جناب زینب دختر امیر المومنین (علیہ السلام) اس صورت میں دربار میں داخل ہوئیں کہ ان کی پہچان نہ ہو سکے، اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون تھی؟ جواب دیا گیا کہ زینب بنت علیؑ ہے۔ عبید اللہ نے جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کی طرف اپنا رخ کیا اور کہا: خدا کا شکر ہے کہ تمہیں خدا نے رسوا کیا، اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کیا۔

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: رسوا فاسق لوگ ہوتے ہیں اور جھوٹ فاجر لوگ بولتے ہیں، اور وہ سب ہمارے علاوہ ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: جو کچھ خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا تم نے اسکو کیسا پایا؟

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: مَارَاَیْتُ اِلاَّ جَمِیْلاً: نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، کیونکہ آل پیغمبر وہ جماعت ہیں جن کیلئے خداوند کریم نے شہادت مقدر فرمائی، اور وہ ہمیشہ کیلئے اپنی ابدی آرام گاہ کی طرف چلے گئے ہیں، لیکن خدا بہت جلد ہی ان کو اور تمھیں ایک جگہ جمع کرے گا، اور اہل بیت اپنے خون طلبی کیلئے مقدمہ دائر کریں گے، اور اس وقت معلوم ہوگا کہ سچا کون ہے۔ اے مرجانہ کے بیٹے! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔

بی بی کے اس کلام سے ابن زیاد غضبناک ہوا اور بی بی کے قتل کا ارادہ کیا۔

عمرو بن حریث جو کہ دربار میں موجود تھا، ابن زیاد سے کہنے لگا کہ وہ عورت ہے اور ابن زیاد نے اپنے اس ارادہ کو ترک کیا، اور جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: خداوند کریم نے حسین (علیہ السلام) اور ان کے بھائی و اہل بیتؑ کے قتل سے میرے دل کو شفا بخشی ہے۔

حضرت زینب (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم ہمارے بزرگوں کو تم نے قتل کیا، اور ہماری نسل کشی کی اگر تمہاری یہ شفا ہے تو تو نے شفا پالی۔

ابن زیاد نے کہا کہ زینب (سلام اللہ علیہا) ایک ایسی عورت ہے کہ جو مسجع و قافیہ سے کلام کرتی ہے، مجھے اپنی جان کی قسم کہ اس کے والد علی بن ابی طالب بھی شاعر و سجاع تھے۔

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: اے ابن زیاد! عورت کو مسجع و قافیہ سے کیا کام۔ اس کے بعد ابن زیاد امام سجادؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کون جوان ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ علی بن حسین (علیہ السلام) ہے۔ ابن زیاد نے کہا: کیا علی بن حسین (علیہ السلام) کو خدا نے قتل نہیں کیا؟

امام زین العابدین نے فرمایا: علی بن حسین میرے بھائی تھے جس کو لوگوں نے قتل کیا

۔ ابن زیاد نے کہا: بلکہ خدا نے اسے قتل کیا ہے۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَاوَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ (سورہ زمر آیہ ۴۲)

ابن زیاد نے کہا: تمہیں یہ جرئت کیسے ہوئی کہ میرا جواب دو؟ پھر حکم دیا کہ اسے باہر لے جا کر قتل کردو۔ جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے ابن زیاد کی اس بات پر پریشان ہو کر کہا: اے بن زیاد! تو نے ہمارے کسی جوان کو باقی نہیں چھوڑا اگر انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر۔ امام زین العابدین نے پھوپھی سے فرمایا: اے پھوپھی اماں! آپ خاموش رہیں تا کہ میں خود ہی ابن زیاد سے بات کروں۔ اس کے بعد امام نے ابن زیاد کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے ابن زیاد! کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا تو ہمارا شیوا ہے، اور ہماری فضیلت ہماری شہادت میں ہے؟

اس کے بعد ابن زیاد کے حکم کے مطابق امام زین العابدینؑ اور اہل بیتؑ کو کوفہ کی جامع مسجد کے پہلو میں موجود ایک مکان میں لے جایا گیا۔

جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا: کہ ہماری ملاقات کیلئے سوائے کنیزوں کے کوئی نہ آئے، کیونکہ وہ خود پہلے قیدی رہ چکی ہیں کہ جس طرح ہم قیدی ہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین (علیہ السلام) کا سر کوفہ کی گلی کوچوں میں پھیرایا جائے۔ راقم الحروف مناسب سمجھتا ہے کہ یہاں اشعار کا ذکر کرے۔

ترجمہ اشعار: حضرت محمدؐ کی بیٹی اور اس کے وصی کے بیٹے کے سر کو نیزے پر تماشائیوں کو دکھانے کیلئے اٹھایا گیا تھا۔ مسلمان یہ منظر دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے اور کسی نے بھی آگے بڑھ کر اس کو نہ روکا، اور کسی کے دل کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جنھوں نے یہ منظر دیکھا، اور بہرے ہو جائیں وہ کان جنھوں نے آپ کی مصیبت سنی، اور نہ روکا۔

اے مولا حسین! آپ نے اپنی شہادت سے ان آنکھوں کو بیدار کر دیا جو آپ

کے وجود کے طفیل میں سوتی رہتیں تھیں، اور وہ آنکھیں جو آپ کے خوف کی وجہ سے سو نہ سکتی تھیں، وہ آج آرام سے سو رہی ہیں۔

اے مولا حسین! کوئی باغبان اس روئے زمیں پر ایسا نہیں ہے کہ جو یہ نہ چاہتا ہو کہ آپ کی قبر مبارک اس کے باغ میں ہو، اور وہ باغ آپ کی ابدی خوابگاہ ہو جائے۔

عبداللہ عفیف کی شجاعت وشہادت

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا، اور خداوند کریم کی۔ حمد وثنا کرنے کے بعد یہ کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ثابت کیا اور امیر المؤمنین یزید اور اس کے پیروکاروں کی مدد کی، اور حسین ابن علی کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔

عبداللہ عفیف ازدی اپنی جگہ سے اٹھے (اور یہ متقی وزاہد شیعہ تھے انکی دائیں آنکھ جنگ صفین، اور بائیں آنکھ جنگ جمل میں ضائع ہو چکی تھی، اور ہمیشہ کوفہ کی جامع مسجد میں شب وروز عبادت میں مشغول رہتے تھے، وہ کہنے لگے: اے مرجانہ کے بیٹے! تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا، اور وہ شخص اور اس کا باپ کہ جس نے تمہیں کوفہ کا والی بنایا۔ اے دشمن خدا! کیا تو انبیاءؑ کی اولاد کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر ایسی باتیں کرتا ہے؟

یہ سن کر ابن زیاد غضبناک ہوا، اور کہنے لگا کہ یہ کہنے والا کون ہے؟ عبداللہ نے بلند آواز سے کہا: میں تھا۔ اے دشمن خدا! کیا تو ان اولاد پیغمبر کو قتل کرتا ہے کہ جنہیں خداوند کریم نے ہر قسم کی پلیدی سے پاک رکھا ہے، اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ مسلمان ہے؟ واغوثا! کہاں ہیں مہاجرین وانصار کی اولاد کہ جو ان پلیدوں سے انتقام نہیں لیتیں کہ جس کو رسول خداؐ ملعون ابن ملعون کہتے تھے۔ اس بات نے ابن زیاد کو شدید غضبناک کر دیا۔ غصہ سے اس کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا، اور کہنے لگا کہ عبداللہ کو میرے پاس لے آو۔ اس کے سنگ دل سپاہیوں نے اسے گرفتار کرنے کی خاطر اپنے محاصرے میں لے لیا، لیکن قبیلہ ازد کے بزرگان کہ جو عبداللہ کے چچا کے بیٹے تھے، اپنی جگہ سے اٹھے اور اسے سپاہیوں کے محاصرہ

سے آزاد کرایا، اور مسجد سے باہر لے جا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ نابینا ازدی کے گھر جاؤ، خدا اس کے دل کو بھی اندھا کرے کہ جس طرح اس کی آنکھوں کو اندھا کیا ہے۔ تو سپائیوں کا ایک گروہ اسے گرفتار کرنے کے ارادہ سے اس کے گھر کی طرف گیا۔

جیسے ہی یہ خبر قبیلہ ازد کو ملی تو تمام قبیلہ کے افراد جمع ہوئے، اور یمن کے قبائل بھی ان سے آملے تا کہ عبداللہ کی حفاظت کریں، جب ان کے اس اجتماع کی خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے مضر قبائل کے افراد کو جمع کیا اور محمد بن اشعث کی نگرانی میں ان کے ساتھ جنگ کیلئے بھیجا اس طرح ان کے درمیان شدید جنگ ہوئی، جس کے نتیجہ میں عربوں کا ایک قبیلہ مارا گیا، اور ابن زیاد کے سپاہی عبداللہ کے گھر پر پہنچے، اور اس کے دروازہ کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔

اس دوران عبداللہ کی بیٹی جو گھر میں موجود تھی اس نے فریاد کی کہ بابا جان! دشمن کی فوج گھر میں داخل ہو گئی ہے۔ جناب عبداللہ نے کہا: نہ ڈرو! اور میری تلوار مجھے دو! بیٹی نے انہیں تلوار دی، اور عبداللہ نے اپنا دفاع کرنا شروع کیا۔

عبداللہ کی بیٹی نے کہا: بابا کاش میں مرد ہوتی، اور آپ کے سامنے بدخصلت لوگوں سے جنہوں نے عترت پیغمبر کو قتل کیا جنگ کرتی۔ سپاہ ابن زیاد ہر طرف سے عبداللہ پر حملہ کر رہے تھے، اور وہ اپنا دفاع کرتے تھے، اور جس طرف سے دشمن عبداللہ کے نزدیک ہوتے تو ان کی بیٹی انہیں آگاہ کرتی تھی، یہاں تک کہ سپاہ ابن زیاد نے اپنے حملہ میں اضافے کرتے ہوئے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

ان کی بیٹی نے فریاد کی، کہ میرے باپ پر سخت مصیبت آ پہنچی، مگر ان کا یار ومددگار کوئی نہیں۔ عبداللہ اپنی تلوار کو اپنے سر کے اردگرد گھماتے تھے، اور کہتے تھے۔

خدا کی قسم اگر میری آنکھوں میں بینائی واپس آ جاتی تو میں تم پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا۔

ابن زیاد کی فوج نے پے در پے حملے کئے، یہاں تک کہ انہیں گرفتار کر لیا، اور انہیں ابن زیاد

کے پاس لے گئے۔ جب ابن زیاد نے انھیں دیکھا کہنے لگا: خدا کی حمد و ثنا کہ جس نے تمھیں ذلیل وخوار کیا۔ عبداللہ نے کہا: اے دشمن خدا! کس طرح مجھے خدا نے ذلیل کیا ہے؟! خدا کی قسم! اگر میری آنکھیں روشن ہوتی تو دنیا کو تم پر تاریک کر دیتا۔

ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! عثمان بن عفان کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ عبداللہ نے اسے بُرا بھلا کہا، اور کہا: اے بنی علاج کے غلام اور اے مرجانہ کے بیٹے! تجھے عثمان سے کیا سروکار؟ اگر اس نے بُرا کیا تو خدا اپنے حق کا ولی و وارث ہے، اور ان کے درمیان اور عثمان کے درمیان حق وعدالت حکم فرمائے گا، بلکہ تم اپنے اور اپنے باپ اور یزید اور اس کے باپ کے بارے میں سؤال کرو۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! کسی چیز کے بارے میں کوئی سؤال نہیں کروں گا، یہاں تک کہ تم قتل نہ کئے جاؤ۔

عبداللہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا: تمہارے دنیا میں آنے سے پہلے یہ خواہش رکھتا تھا کہ خداوند کریم مجھے شہادت نصیب فرمائے، اور وہ مجھے اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں نصیب فرمائے، لیکن جس دن سے میں نابینا ہوا، میں شہادت پانے سے ناامید ہو گیا تھا، اور اب خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے میری ناامیدی کو امید سے بدلہ اور مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ میری دیرینہ دعا مستجاب ہو گئی ہے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا، اور عبداللہ کو قتل کر دیا گیا اور انکے بدن اطہر کو کوفہ کی ایک گلی میں لٹکا دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا، اور اس کو امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت اور اہل بیتؑ کی گرفتاری سے آگاہ کیا، اور ایک خط اسی مضمون پر مشتمل مدینہ کے گورنر عمر بن سعید بن عاص کو لکھا۔

جب عمرو بن سعید کو خط ملا تو اس نے مسجد میں آ کر خطبہ دیا۔ جس میں امام حسین (علیہ السلامؑ) کی شہادت سے مطلع کیا۔ اس خبر کے پہنچتے ہی قبیلہ بنی ہاشم میں کہرام مچ گیا، اور بنی ہاشم کی

عورتوں نے مجلس عزا منعقد کی۔ زینب بنت عقیل بن ابی طالبؑ نے گریہ ونوحہ خوانی کرتے ہوئے، اشعار پڑھے۔

ترجمہ اشعار: اے حسینؑ کے قاتلو! کہ تم نے حسین (علیہ السلام) کی قدر و منزلت نہ جانتے ہوئے انہیں قتل کر دیا تمھیں بشارت ہو عظیم عذاب اور بدبختی کی اور جان لو کہ اہل آسمان، انبیاء، مرسلین اور شہداء سب تم پر لعنت بھیج رہے ہیں، اور سلیمان بن داؤد، موسیٰ بن عمران، اور عیسیٰ بن مریم تم پر لعنت بھیج رہے ہیں۔

اسیران اہل بیتؑ کی کوفہ سے شام روانگی

جب یزید کو ابن زیاد کا خط ملا اور اس کے مضمون سے آگاہ ہوا، تو اس کے جواب میں لکھا کہ حسین (علیہ السلام) اور ان کے اصحاب کے سروں کو اور تمام اہل بیت کو شام بھیج دے۔

ابن زیاد نے محفر بن ثعلبہ عائذی کو اپنے پاس بلایا، اور اس کی نگرانی میں مقدس سرون اور اسیران اہل بیتؑ کو سپرد کیا، محفر نے اسیروں کو برہنہ سر اسیران کفار کی طرح شام روانہ کیا۔

ابن لھیعہ اور دیگر ناقلین اس مقام پر بہت سی روایت نقل کرتے ہیں۔ ہم یہاں ضروری مطالب نقل کر رہے ہیں۔ ابن لھیعہ کہتا ہے:

میں خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو کہہ رہا تھا: خدایا مجھے بخش دے، لیکن میں خیال نہیں کرتا کہ تو مجھے بخش دیگا۔ میں نے اس سے سؤال کیا کہ بندہ خدا! خدا سے ڈر، اور یہ بات مت کر، کیونکہ اگر تمہارے گناہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اگر تم خدا سے بخشش طلب کرے تو وہ بخش دے گا، اور خداوند کریم مہربان اور بخشنے والا ہے۔

اس شخص نے کہا: میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہارے لئے اپنی داستان بیان کروں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کہنے لگا: کہ ہم پچاس آدمی تھے کہ امام حسین (علیہ السلام) کے سر مقدس کو شام کیطرف لے جا رہے تھے، تو اس دوران جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو

ہم امام حسین (علیہ السلام) کے سر کو صندوق میں بند کر دیتے، اور اس صندوق کے ارد گرد بیٹھ کر شراب پیتے تھے۔ ایک رات میرے ساتھیوں نے اس قدر شراب پی کہ وہ سب مست ہو گئے لیکن، میں نے اس رات شراب نہ پی۔ جب رات کی تاریکی ہر طرف چھا گئی، اور اچانک بجلی کی گرج سنائی دی، اور آسمان کی طرف سے ایک نور ظاہر ہو گیا، اور آسمان کے دروازے کھل گئے اور حضرت آدم، نوح، ابراھیم، اسماعیل، اسحاق، اور پیغمبر خاتم حضرت محمدؐ آسمان سے زمین پر اترے اور ان کے ہمراہ جبرئیل اور ایک فرشتوں کا گروہ تھا۔

جبرئیل صندوق کے قریب آئے اور سر حسین (علیہ السلام) کو باہر نکال کر اپنے سینے سے لگایا اور سر کے بوسے لینے لگے، اور تمام پیغمبر جو کہ آئے تھے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پیغمبر اسلام حسین (علیہ السلام) پر بڑی شدت سے روئے۔ انبیاء نے تعزیت پیش کی، اور جبرئیل نے کہا: اے محمدؐ! خداوند متعال نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ جو حکم بھی اپنی امت کے بارے میں تم مجھے دو، تو اطاعت کروں اور اسے جاری کروں۔ اگر آپ مجھے امر فرمائیں زمین میں ایسا زلزلہ پیدا کروں کہ اس کو تہ و بالا کر کے رکھ دوں جس طرح کہ قوم لوط کے ساتھ کیا۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نہ کیونکہ ان کے ساتھ میرا حساب و کتاب قیامت کے دن ہوگا۔ (تو اس وقت فرشتوں نے ہم پچاس آدمیوں کے قتل کرنے کی اول خدا سے اجازت طلب کی، اور ملائکہ کا ایک گروہ ہمارے قتل کیلئے ہمارے نزدیک آیا تو میں نے کہا: الامان الامان یا رسول اللہ۔ حضرت نے فرمایا: میری نظروں سے دور ہو جاؤ، خدا تجھے نہ بخشے۔

(شیخ المحدثین (۱) بغدادی کتاب تذییل میں (راقم الحروف) کہتا کہ میں نے علی بن نصر شبوکی کے حالات کے بارے میں اپنے استاد کے ساتھ اسی حدیث کے علاوہ یہ بھی واقعہ نقل کیا ہے۔ جب حسین بن علی (علیہ السلام) قتل کئے گئے اور اشقیاء ان کے سر کو شام کی

۱۔ محمد بن نجار

طرف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ تالیاں بجانے لگے، اور اسی سر مقدس کو ایک دوسرے کے ہاتھوں کی طرف اچھالنے لگے، اور اچانک ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور لوہے کے قلم کے ساتھ دیوار پر لکھنے لگا۔

أَتَرْجُوا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْناً   شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ: یعنی کیا وہ لوگ جنھوں نے حسین (علیہ السلام) کو قتل کیا، یہ امید رکھتے ہیں کہ بروز قیامت ان کے جد امجد کی شفاعت سے بہرہ مند ہونگے، جیسے ہی اس عجیب ماجرا کو دیکھا سر کو وہیں چھوڑ کر فرار کر گئے۔

دروازہ شام پر اہل بیت (علیہم السلام) کی حالت

راوی کہتا ہے کہ جب یہ ظالم گروہ سر مقدس حسین (علیہ السلام) اور انکے اہل بیتؑ کو شام کی طرف لے گیا، اور یہ شہر دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم (سلام اللہ علیھا) شمر کے نزدیک گئیں، اور اس سے کہا: اگر تمھیں شہر میں ہمیں لے جانا ہے تو اس دروازے سے لے جاؤ، جہاں تماشائیوں کا ہجوم کم ہو، اور اپنے سپاہیوں سے کہو کہ ان مقدس سروں کو محملوں سے باہر نکال لیں، اور ہم سے دور لے جائیں، کیونکہ اس قدر ہمارے اوپر نگائیں ڈالی گئیں۔ کہ جس سے ہماری بیحد رسوائی ہوئی، جیسا کہ ہم اسیری کی حالت میں ہیں۔ شمر وہ شخص ہے کہ جو اپنی پست فطرت ظلم وستم میں مشہور تھا۔ بی بی ام کلثوم کے جواب میں کہنے لگا: اے سپاہیو! سروں کو نیزوں پر بلند کر کے محملوں کے درمیاں لے جاؤ، اور اسی حالت میں اسیران اہل بیتؑ کو تماشائیوں کے درمیان سے گزارتے ہوئے۔ شمر دمشق کے مرکزی دروازے سے گزارو، اور شہر کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے قیدیوں اور سروں کو ٹھہرا دو۔

روایت میں ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے ایک صحابی نے جب سر امام حسین (علیہ السلام) کو شام میں دیکھا تو وہ فوراً لوگوں کی نظروں سے چھپ گیا، اور ایک ماہ تک اپنے دوستوں سے چھپا رہا، ایک ماہ کے بعد جب لوگوں نے اسے دیکھا اور اس سے چھپنے کی علت پوچھی۔ تو

اس نے جواب دیا: کیا تم نہیں دیکھ رہے ہے کہ کتنی بڑی بدبختی ہم پر نازل ہوگئی۔

ترجمہ اشعار: اے محمدؐ کے نواسے تیرے خون آلودہ سر کو شام لایا گیا، اور تیرے قتل سے آشکارا اور جان بوجھ کر رسول خداؐ کو قتل لیا گیا۔ اے فرزند پیغمبر! تجھے تشنہ لب قتل کیا گیا، اور قرآن کی رعایت نہیں کی گئی، اور تیرے قتل پر نعرہ تکبیر بلند کیا گیا۔ جب کہ تیرے قتل کے ساتھ تکبیر و تحلیل (کلمہ طیبہ) کو قتل کیا گیا۔

ضعیف العمر شامی کی داستان

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اہل بیت حسین (علیہ السلام) مسجد کے دروازہ پر ٹھہرائے گئے تھے۔ تو اس دوران ایک ضعیف العمران کے قریب آکر بلند آواز میں کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمہیں قتل کیا، اور تمہارے مردوں کے قتل کے ذریعہ شہروں میں امنیت قائم ہوئی اور امیر المؤمنین کو تم پر فتح دی۔

علی ابن الحسین (علیہ السلام) نے اس کے جواب میں فرمایا: اے شخص! کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ فرمایا کیا تم نے قرآن کی اس آیہ کو پڑھا ہے؟ ﴿قُلْ لاَ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبىٰ﴾

اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ علی بن الحسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ہم ہی پیغمبر کے قرابت دار ہیں۔ کیا تم نے سورہ بنی اسرائیل میں اس آیہ کو پڑھا ہے؟ ﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبىٰ حَقَّهُ﴾ اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ حضرت نے فرمایا: ہم ہی رسول کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت بھی پڑھی ہے؟

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَئٍي فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبىٰ ﴾

اس نے جواب دیا پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایا: ہم ہی رسول کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے:

﴿ اِنَّما يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً ﴾

اس نے جواب دیا: پڑھی ہے۔ علی بن الحسین (علیہ السلام) نے فرمایا: ہم ہی اہل بیتؑ ہیں کہ خداوند نے ہم کو ہی آیت تطہیر کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

وہ بوڑھا آدمی ان کلمات کے سننے کے بعد خاموش ہوگیا، اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا، اور کہنے لگا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا قرآن کریم کی یہ آیات تمہاری شان میں ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا: مجھے خدا اور اپنے جد امجد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قسم کہ یہ آیات ہمارے حق میں ہیں۔ بوڑھا شخص یہ سن کر رونے لگا، اور اپنا عمامہ زمین پر پھینک دیا، اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہنے لگا: کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ تو حضرت نے فرمایا: ہاں اگر تو توبہ کرے تو خداوند قبول کرلے گا۔ اور تو ہمارے ساتھ ہے تو اس نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔

جیسے ہی اس بوڑھے شخص کے واقعہ کی خبر یزید کو ملی تو اس نے اسے قتل کرادیا۔

دربار یزید میں اہل بیتؑ کا داخلہ

اسکے بعد اہل حرم اور امام سجادؑ کو ایسی حالت میں دربار میں لایا گیا کہ ان کے ہاتھ ایک رسی سے بندھے ہوئے۔ جب یزید کے سامنے اس حالت میں کھڑے ہوئے تو امام علی بن الحسین (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿اُنشِدُكَ اللّٰهَ يَا يَزِيْدُ مَا ظَنُّكَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ رَاٰنَا عَلىٰ هٰذِهِ الصِّفَةِ﴾

اے یزید! تجھے خدا کی قسم، تو رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا خیال رکھتا ہے اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھیں؟ یزید نے حکم دیا کہ رسی کو کھولا جائے۔ اس کے

بعد امام حسین (علیہ السلام) کے مقدس سر کو اس کے سامنے رکھا گیا۔ اور خواتین کو اس کے پشت کی طرف بیٹھایا گیا تا کہ وہ سر امام حسین (علیہ السلام) کو نہ دیکھ سکیں، لیکن علی بن حسین (علیہ السلام) نے دیکھ لیا۔ ﴿فلم یاکل الرووس بعد ذلک ابداً﴾

جیسے ہی جناب زینب (سلام اللہ علیہا) کی نگاہ امام حسین (علیہ السلام) کے کٹے ہوئے سر پر پڑی تو بی بی نے منہ پیٹنا شروع کر دیا، اور ایسی دردناک آواز کے ساتھ روئیں جو دلوں کو تڑپا رہی تھی فرمایا:

﴿یَا حُسَیْنَاهُ یَا حَبِیْبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا بْنَ مَکَّةَ وَ مِنٰی یَا بْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء سَیِّدَةِ النِّسَاءِ یَا بْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفٰی﴾

راوی کہتا ہے کہ جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے تمام مجلس میں موجود درباریوں کو رولا دیا، اور یزید لعنت اللہ علیہ خاموش ہو گیا۔

اسی اثناء میں بنی ہاشم کی ایک خاتون نے جو کہ یزید کے گھر میں تھی امام حسین (علیہ السلام) پر گریہ و نالہ شروع کر دیا، اور بلند آواز سے کہنے لگی: ﴿یَا حَبِیْبَاهُ یَا سَیِّدَ اَهْلِ بَیْتَاهُ یَا بْنَ مُحَمَّدَاهُ یَا رَبِیْعَ الْاَرَامِلَ وَالْیَتَامیٰ یَا قَتِیْلَ اَوْلَادِ الْاَدْعِیَاءِ﴾ جس کسی نے بھی اس آواز کو سنا رونے لگا۔

اس کے بعد یزید نے خیزران کی چھڑی طلب کی، اور امام حسین (علیہ السلام) کے مقدس لبوں اور دانتوں پر مارنے لگا۔ ابو برزہ اسلمی اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: وائے ہو تم پر اے یزید! کیا تو حسین (علیہ السلام) جو فرزند فاطمہؑ ہے اسکے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ میں نے خود رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ وہ حسین (علیہ السلام) اور ان کے بھائی حسن کے لبوں کا بوسہ لیتے تھے۔ اور ان کی زبان کو چوستے تھے، اور فرماتے تھے کہ ﴿اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو، اور خدا قتل کرے، اور لعنت کرے ان لوگوں پر کہ جو تمہارے قاتل ہیں، اور ان کے لئے انتقام جہنم قرار دے۔

یزید اس بات سے غضبناک ہوا، اور حکم دیا کہ اسے دربار سے باہر لے جاؤ۔ اس کے بعد یزید نے ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیے۔

لَیتَ اَشْیَا خیی بِبَدْرٍ شَهِدُوا جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقعِ الْاَسَلْ
لَا هَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا ثُمَّ قَالُوا یَا یَزِیدُ لَا تَشَلْ
قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ وَ عَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ
لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْکِ فَلا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ
لَسْتُ مِنْ خِنْدِفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ مِنْ بَنِی اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلْ (۱)

یعنی اے کاش میرے وہ بزرگان جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے آج زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ طائفہ خزرج کس طرح ہماری تلواروں کے سامنے شکست کھا چکے ہیں، اور رو رہے ہیں، اور اس منظر کے دیکھنے سے وہ خوشیوں کے شادیانے بجاتے اور کہتے: ای یزید! سلامت رہو۔

ہم نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو قتل کیا اور جنگ بدر کا ان سے بدلہ لیا۔

شعر کا ترجمہ: میں خندف کی اولاد سے نہیں ہوں کہ میں بنی ہاشم سے بدلہ نہ لوں۔

خطبہ جناب زینب (سلام اللہ علیہا)

اس اثنا میں جناب زینب (سلام اللہ علیہا) اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، اور یہ خطبہ ارشار فرمایا:

ترجمہ: بی بی نے خدا کی حمد و ثنا اور رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود و سلام بھیجنے کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ثُمَّ کَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَاؤُا السُّوْاٰی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِ اللّٰهِ وَ کَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِئُوْنَ﴾

۱۔ ابن زبعری

8

وہ لوگ کہ جنھوں نے برے اعمال انجام دیئے ان کے اعمال کی عاقبت یہاں تک پہنچ گئی آیات خدا کو جھٹلایا اور اس کا مسخر اڑیا۔

اظننت یا یزید حیث اخذت علینا اقطار الارض و افاق السماء فاصبحنا نساق کما تساق الاساری۔

اے یزید! کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین و آسمان تنگ کر دیا ہے، اور ہمیں قیدیوں کی طرح شہر بہ شہر پھرا رہا ہے۔ اور ہم خدا کے نزدیک ذلیل وخوار ہو گئے ہیں، اور تیری عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوا ہے، اور تیرے اعمال عظمت پر دلالت کرتے ہیں؟ اور تو اس بات پر خوشحال ہے اور فخر کر رہا ہے کہ تیری دنیا آباد ہوگی اور تیرا کام تیری منشاء کے مطابق ہوا ہے، اور شہنشاہیت پر تیری مہر لگ گئی ہے۔

تو فکر وتامل کر! کیا تو خدا کے اس کلام کو بھول گیا ہے؟ ﴿ولا یحسبن الذین کفروا﴾ اور یہ خیال نہ کریں وہ لوگ کہ جنھوں نے کفر کیا کہ یہ چند روز کی جو مہلت ان کو دے گئی ہے یہ ان کیلئے سعادت وخوش بختی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے، انھیں مہلت ہم نے اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر اضافہ کریں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

امن العدل یا بن الطلقاء تخدیرک حرائك و امائك و سوقك بنات رسول الله سبایا قد هتك ستو رهن و ابدیت وجوههن تحدوبهن الاعداء من بلد الی بلد.

کیا یہی انصاف ہے کہ اے آزاد شدہ غلاموں کی اولاد! کہ تو اپنی کنیزوں کو تو پردہ میں بیٹھائے، اور پیغمبر کی بیٹوں کو بے مقنہ وچادر ننگے سر وصورت دشمنوں کے ہمراہ شہر بہ شہر پھیرائے اور ہر مقام کے باشندے، اور دور ونزدیک، پست وشریف لوگ ان کا تماشا دیکھیں جب کہ ان کے مردوں اور حامیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے؟!

ہاں! ان لوگوں سے کیسے رحم ومہربانی کی امید کی جا سکتی ہے کہ جنھوں نے متقی و پرہیزگار لوگوں کے جگر کو منہ میں چبایا ہو، اور انکے بدن کی پرورش شہداء کے خون کے ساتھ

ہوئی ہو، اور وہ ہماری دشمنی میں کیسے کوتاہی کر سکتے ہیں۔ جن کے دلوں میں ہمارے خلاف دشمنی وحسد رہا ہے، اور اب بھی تم اس طرح تکبر وغرور میں مست ہو کہ گویا تم اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہی نہیں یا تم نے کوئی گناہ ہی انجام نہیں دیا۔ اور ابا عبداللہ سید جوانان اہل بہشت کے مقدس دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے اور یہ اشعار کہہ رہا ہے:

لاهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل

تو یہ ایسی باتیں کیوں نہ کہے اور تو ایسے اشعار کیوں نہ پڑھے جب کہ تیرے ہاتھ اولاد رسولؐ کے خون سے رنگیں ہیں، اور عبدالمطلب کے نور نظر، زمین کے درخشاں ستارے تیرے ہاتھوں خاموش ہو گئے۔ تو نے اپنے اس اقدام کے ساتھ اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کیا ہے، اور اب تو اپنے قبیلہ کے گذشہ بزرگوں کو پکار رہا ہے، اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ تیری باتیں سن رہے ہیں سن رہے ہیں، لیکن جلد ہی تو بھی ان کے ساتھ ملحق ہو جائے گا، اور اس جگہ پر تو آرزو کریگا کہ کاش میرے ہاتھ خشک ہو جاتے، اور میری زبان گنگ ہو جاتی، اور نہ کہتا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، اور نہ کرتا جو کچھ میں نے کیا (یہاں پر جناب زینب (سلام اللہ علیہا) نے دعا کی اور کہا:)

اے خداوند قادر و توانا! جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ان سے ہمارا انتقام لے، اور انھیں دردناک آگ میں جلا۔

اے یزید! تو نے اپنے اس اقدام سے کسی کو زخمی نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو زخمی کیا اور کسی کے گوشت کے ٹکڑے نہیں کئے، مگر اپنے ٹکڑے کئے ہیں، اور زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ بارگاہ پیغمبرؐ میں اس حال میں حاضر کیا جائے گا۔ کہ ان کی اولاد کا خون اور اس کے اہل بیتؑ کی ہتک حرمت کا عظیم گناہ تیری گردن پر ہوگا، اور اس روز خداوند ان کے بکھیرے ہوئے جسموں کو ایک مقام پر جمع کرے گا، اور ان کا بدلہ تجھ سے لے گا۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾

راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو ہرگز مردہ تصور نہ کرنا۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس رزق پا رہے ہیں۔

تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اس روز لعنت خداوند حاکم ہو حضرت محمد تمہارے خلاف مقدمہ دائر کریں، اور جبرئیل ان کی پشت پناہی کرے، اور جلد ہی ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کن افراد نے تمہیں اس مسند پر بیٹھایا، اور مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ کتنا برا انجام ہے ظالموں کیلئے کہ جوانھوں نے اختیار کیا ہے اور عنقریب جان لوگے کہ کون بد بخت اور کس کا انجام بُرا ہوگا۔

اگرچہ زمانے کے انقلاب نے مجھے تم سے گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا ہے، لیکن میں تیری قدر و مقام کو کچھ بھی نہیں سمجھتی اور تیری سرزنش کرنا عظیم جانتی ہوں، اور تیری سرزنش کرنا پسند کرتی ہوں، لیکن ہماری انکھیوں سے اشک بہہ رہے ہیں، اور ہمارے سینے غم واندوہ کی آگ سے جل رہے ہیں۔

آہ! یہ امر کس قدر عجیب ہے کہ خدا کا گروہ شیطان کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

ہمارا خون ان ہاتھوں سے گر رہا ہے اور ہمارا گوشت ان کے منہ میں چبایا جا رہا ہے، اور وہ طیب وطاہر جسم زمین پر پڑے ہوئے جنگل کے بھیڑے باری باری ان کی زیارت کیلئے آرہے ہیں، اور جنگل کے درندے ان کی پاک خاک پر اپنی جبین رگڑ رہے ہیں۔

اے یزید! تو جو آج ہم پر اپنے غلبہ کو غنیمت سمجھ رہا ہے' عنقریب تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا، اور تیرے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ مگر وہ کہ جو تو اپنے لئے بھیج چکا ہوگا۔ خداوند کریم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ہم اس کی بارگاہ میں اپنی شکایت پیش کریں گے، اور وہی ہماری پناہ گاہ ہے، اور تو اے یزید! اپنے کام میں مشغول رہ اور اپنا مکر وفریب کام میں لاتارہ، اور کوشش کرتا رہ، لیکن خدا کی قسم تو ہمارے نام کو مٹا نہیں سکتا اور ہماری وحی کو خاموش نہیں کرسکتا۔ اور ہمارے مشن کو ختم نہیں کرسکتا، اور نہ اپنے دامن سے اس ننگ وعار کے داغ

کو دھو سکتا ہے، کیونکہ تیری عقل مریض ہے، اور تیری زندگی کے دن تھوڑے ہی ہیں، اور اس دن تیرا یہ اجتماع بکھرا ہوا ہوگا کہ جس دن منادی ندا دیگا۔ اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔

خدا کا شکر کہ جس نے ہماری ابتداء سعادت و مغفرت کے ساتھ اور ہماری انتہا شہادت ورحمت پر مکمل کی۔

اور ہم خداوند کریم سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہداء پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائے اور ان کے اجر وثواب میں اضافہ فرمائے، اور ہمیں اپنے نیک جانشیوں کے ساتھ باقی رکھے، کیونکہ وہ خداوند بخشنے والا اور مہربان ہے۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل۔

خطبہ سننے کے بعد یزید نے یہ شعر پڑھا:

یَا صَحَةً تَحْمَدُ مِنْ صَوَائِح   مَا اَهْوَنَ الْمَوْتُ عَلَى النوائح

گریہ کرنے والوں کی فریاد کبھی پسندیدہ ہوتی ہے اور ایسی مصیبت زدہ عورتوں پر موت بہت آسان ہوتی ہے۔ اس کے بعد یزید نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ انھوں نے اہل بیتؑ کے قتل کا مشورہ دیا، لیکن نعمان بن بشیر نے کہا: کچھ تأمل کرو! اگر تیری جگہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے تو وہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ تم بھی اسی کی طرح سلوک کرو۔

دربار یزید میں ایک شامی شخص کی داستان

اسی اثنا میں ایک شامی نے جناب فاطمہ بنت الحسین کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا: یا

امیر المؤمنین ھب لی ھذہ الجاریۃ یہ کنیز مجھے بخش دو۔ جناب فاطمہ نے اپنی پھوپھی سے کہا: پھوپھی جان! میں پہلے یتیم ہوئی ہوں اور اب مجھے کنیزی کیلئے دینا چاہتے ہیں۔ جناب زینب (سلام اللہ علیھا) نے فرمایا: نہیں، ہرگز یہ فاسق ایسا نہیں کرسکتا۔ اس مرد شامی نے یزید سے پوچھا کہ یہ بچی کون ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ فاطمہ بنت حسینؑ ہے اور وہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہے۔

شامی نے کہا: اے یزید! خدا کی تجھ پر لعنت ہو، ہم نے تو خیال کیا تھا کہ یہ اسیران روم ہیں۔ یزید نے کہا: خدا کی قسم میں تجھے بھی ان کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ پھر اسے یزید کے دستور سے قتل کر دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ یزید نے ایک خطیب کو طلب کر کے اسے حکم دیا کہ وہ منبر پر جا کر حسین (علیہ السلام) اور اس کے باپ کو برا بھلا کہے۔ چنانچہ خطیب منبر پر گیا اور اس نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) شہید کربلا کی بہت مذمت کی، اور یزید اور اس کے باپ معاویہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی۔

جناب علی بن الحسین (علیہ السلام) نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

﴿ وَيْلَكَ اَيُّهَا الْخَاطِب اشْتَرَيْتَ مَرْضَاتِ الْمَخْلُوْقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ ﴾

وائے ہو تجھ پر اے خطیب! تو نے مخلوق کی خوشنودی کو پروردگار کی ناراضگی کے بدلہ خریدا۔ پس تو جہنم میں اپنی جگہ تلاش کر۔

ابن سنان خفاجی نے حضرت امیر المؤمنینؑ کی شان میں کس قدر خوب شعر کہا ہے:

أَعَلَى المَنَابِرِ تُعْلِنُوْنَ بِسَبِّهِ   وَ بِسَيْفِهِ نُصِبَتْ لَكُمْ اَعْوَادُهَا

یعنی منبروں پر بیٹھ کر امیر المؤمنین علیہ السلام پر علانیہ لعنت کرتے ہو جب کہ یہ منبر جو تمہارے لئے لگائے جاتے ہیں۔ ان کی لکڑیاں بھی اس کی تلوار کے طفیل میں تمھیں میسر ہوئی۔

اسی روز یزید نے علی بن الحسین (علیہ السلام) سے وعدہ کیا کہ تمہاری تین حاجات

کو پورا کرونگا۔ اس کے بعد دستور دیا کہ اہل بیتؑ کو ایسی جگہ لے جایا جائے کہ جہاں گرمی اور سردی سے محفوظ نہ رہ سکیں، چنانچہ انھیں ایسے ہی مقام پر ٹھہرایا گیا کہ ان کی پاکیزہ صورتیں زخموں سے پھٹ گئیں، اور جب تک اہل بیتؑ دمشق میں قید رہے انھوں نے عزاداری امام حسین (علیہ السلام) کو جاری رکھا۔

جناب سکینہ کا خواب

جناب سکینہ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں: جب دمشق میں چار روز گزر چکے تو میں نے ایک خواب دیکھا۔ اس بی بی نے یہ خواب طولانی نقل فرمایا ہے۔ اور اس کے آخر میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک خاتون ایک خیمہ میں بیٹھی ہے اور جس کے دونوں ہاتھ سر پر ہیں۔ میں نے سؤال کیا کہ یہ بی بی کون ہیں؟ تو کہنے والے نے کہا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہیں جو تمھاری دادی ہیں۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں ان کے پاس جاؤں گی اور جو مظالم ہم پر ڈھائے گئے ہیں انھیں بیان کرونگی۔ اس کے بعد میں جلدی سے ان کے پاس گئی اور انکے سامنے کھڑی ہوئی اور رو کر کہنے لگی۔

اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے حق سے انکار کیا گیا، اور ہمارے اجتماع کو متفرق کیا گیا، اور ہمارے حرم میں داخل ہونا مباح سمجھا گیا۔ اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے باپ حسین (علیہ السلام) کو قتل کیا گیا۔

﴿ فَقَالَتْ لِي كُفِّي صَوْتَكَ يَا سُكَيْنَةُ فَقَدْ قَطَعْتِ نِيَاطَ قَلْبِي ﴾

انہوں نے فرمایا: میری پیاری بیٹی اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! تمہاری باتوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ یہ تمہارے باپ حسین (علیہ السلام) کی قمیص میرے پاس ہے جو ہمیشہ میرے پاس رہے گی، یہاں تک کہ اس قمیص کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونگی۔

ابن لھیعہ نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت نقل کی ہے: راس الجالوت نے مجھے دیکھا اور کہا: خدا کی قسم میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر (۷۰) اجداد کا فاصلہ ہے۔ یہودی

جب بھی مجھے دیکھتے ہیں میری بہت تعظیم کرتے ہیں، لیکن تم باوجود اس کہ پیغمبر اور اس کی اولاد کے درمیان فقط ایک باپ کا فاصلہ تھا تو تم نے اس کی اولاد کو قتل کر دیا۔

بادشاہ روم کے سفیر کی داستان

حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسین (علیہ السلام) کے سر اقدس کو یزید کے پاس لایا گیا، اور وہ ہمیشہ جشن کی محفل منعقد کیا کرتا تھا، اور سر امام حسین (علیہ السلام) کو اپنے سامنے رکھتا تھا۔ ایک دن روم کے بادشاہ کا سفیر جو کہ خود بھی اشراف روم میں سے تھا مجلس یزید میں آیا، اور یزید سے پوچھنے لگا: اے عرب کے بادشاہ! یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا: تجھے اس سر سے کیا کام؟ اس نے کہا: جب میں بادشاہ کے پاس واپس جاؤں گا تو جو کچھ میں نے یہاں دیکھا ہے اس کے بارے میں وہ پوچھے گا، اور یہ کتنا اچھا ہوگا کہ میں اس سر اور اس کے وارث کے بارے میں بیان کروں تا کہ وہ تمہاری خوشیوں میں شریک ہو۔ یزید نے جواب دیا: یہ سر حسین ابن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کا ہے۔ رومی پوچھنے لگا اس کی ماں کا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمدؐ۔

نصرانی نے کہا: وائے ہو تم پر اور تمہارے دین پر۔ میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے، کیونکہ میرا باپ حضرت داؤد کی نسل سے ہے۔ میرے اور ان کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ پھر بھی تمام نصرانی میری تعظیم کرتے ہیں، اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک کے طور پر اٹھاتے ہیں، جبکہ حسین اور تمہارے پیغمبر کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ یہ کیسا دین ہے کہ جو تم رکھتے ہو؟ اس کے بعد یزید سے کہنے لگا کہ کیا تو نے گرجا حافر کی داستان سنی ہے۔ اس نے کہا: بیان کرو تا کہ سنوں اس عیسائی نے کہا:

عمان اور چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ جس کو عبور کرتے ہوئے۔ ایک سال لگتا ہے۔ اس دریا کے درمیان کوئی آبادی موجود نہیں ہے۔ سوائے ایک شہر کے جو دریا کے درمیان میں ہے، جسکی لمبائی اور چوڑائی اسی (۸۰) فرسخ ہے۔ (مترجم، ایک فرسخ تین میل

ہے) اور کرہ زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شہر بڑا نہیں ہے۔ اس شہر سے یاقوت اور کافور دوسرے ممالک کو بھیجا جاتا ہے، اور اسی کے درخت عود و عنبر کے ہیں۔

یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، اور ہر بادشاہ عیسائی ہوتا ہے، اور اس شہر میں بہت سارے گرجا گھر ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا گرجا گھر حافر ہے، اور اس کے محراب میں سونے کا ایک برتن ہے کہ جس میں ایک سُم ہے کہ مشہور ہے کہ اس گدھے کا سم ہے کہ جس پر حضرت عیسی سوار ہوتے تھے، اور اس برتن کو ریشمی کپڑوں کے ساتھ لپیٹا گیا تھا۔ ہر سال عیسائی کثیر تعداد میں دور و دراز سے اس گرجا گھر کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ اسی برتن کے گرد طواف کرتے ہیں۔

اس کا بوسہ لیتے ہیں۔ اس جگہ پر خدا سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہی ہے، یہی ان کا عمل ہے۔ اس سم کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ اس گدھے کا سم ہے کہ جس پر ان کے پیغمبر حضرت عیسی سوار ہوا کرتے تھے، لیکن تم نے اپنے پیغمبر کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ﴿لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمْ وَ لَا فِي دِينِكُمْ﴾

یزید نے کہا: اس عیسائی کو قتل کر دو کہ اس نے مجھے میری اپنی مملکت میں رسواء کیا ہے۔ عیسائی نے جب اپنے قتل ہونے کا احساس کیا، تو یزید سے کہا: کیا تو مجھے قتل کر دے گا؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو عیسائی نے کہا کہ تو جان لے کہ کل رات میں نے تیرے پیغمبر کو خواب میں دیکھا، وہ مجھ سے فرما رہے تھے کہ اے عیسائی تو اہل بہشت سے ہے۔ تو میں نے اس بشارت پر تعجب کیا اب میں کلمہ شہادتین پڑھتا ہوں:

﴿اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾

اس کے بعد امام حسین (علیہ السلام) کے مقدس سر کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگایا، اور اس کے بوسے لینے لگا اور روتا رہا، یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

حدیث منہال

راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام زین العابدین (علیہ السلام) گھر سے باہر تشریف لائے،

اور دمشق کے بازار میں جا رہے تھے۔ منہال بن عمران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگے۔ ((کَیْفَ اَمْسَیْتَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ؟)) اے فرزند رسول خداؐ آپ نے شام کیسی گذاری؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿ اَمْسَیْنَا کَمَثَلِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ فِی آلِ فِرْعَوْنَ ﴾

اُسی طرح کہ جس طرح کہ بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے درمیان گزاری کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرتے تھے، اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اے منہال! عرب لوگ عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ عرب تھے اور قریش، تمام عربوں پر افتخار کرتے ہیں کہ محمدؐ ہمارے قبیلے سے تھے، اور ہم ان کے اہل بیتؑ ہیں، لیکن ہمارے حق کو غصب کیا گیا، اور ہمیں قتل کیا گیا اور ہمیں در بدر کیا گیا۔

﴿فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مِمَّا اَمْسَیْنَا فِیْہِ یَا مِنْہَالَ﴾

اور کتنا اچھا شعر مہیار نے کہا ہے:

یُعَظِّمُونَ لَہُ اَعْوَادَ مِنْبَرِہِ وَ تَحْتَ اَرْجُلِھِمْ اَولادُہٗ وَضَعُوا
بِاَیِّ حُکْمٍ بَنُوہُ یَتْبَعُوْنَکُم وَ فَخْرُکُمْ اَنَّکُم صَحبٌ لَہٗ تَبَعٌ

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احترام کی خاطر آپ کے منبر کی لکڑیوں کا احترام کرتے ہیں، لیکن ان کے بیٹوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں۔ کونسے قانون کے مطابق پیغمبر کے بیٹے تمہارے تابع ہو جائیں، جبکہ تمہارا افتخار اس بات میں ہے کہ تم ان کے پیروکار رہو۔

ایک دن یزید نے علی بن حسین (علیہ السلام) اور عمرو بن الحسن کو طلب کیا، عمرو اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ یزید نے اس سے کہا: کیا تو میرے بیٹے خالد سے کشتی لڑے گا۔ عمرو نے کہا: نہیں، لیکن ایک چاقو مجھے دے دو اور ایک چاقو اسے دے دو۔ ہم دونوں آپس میں جنگ لڑیں گے۔ یزید نے کہا:

شِنْشِنَۃٌ اَعْرِفُھَا مِنْ اَخْزَمٍ   ھَلْ تَلِدُ الْحَیَّۃُ اِلَّا الْحَیَّۃَ

اس کے بعد یزید نے علی بن الحسین (علیہ السلام) سے کہا: وہ تین حاجات جن کو پورا کرنے کا میں نے وعدہ کیا ہے طلب کرو حضرت نے فرمایا:

پہلی حاجت وہ یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار کے سر مقدس کو مجھے دے دو تا کہ میں اس صورت نازنین کی زیارت کروں۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ جو ہمارے مال و اسباب لوٹے گئے ہیں وہ ہمیں واپس کیے جائیں۔

تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو کسی امین شخص کو تعین کرتا کہ وہ ان مستورات کو مدینہ تک پہنچائے۔

یزید نے جواب دیا: تم اپنے باپ کے سر کی زیارت کبھی نہ کر سکو گے، اور میں نے تم کو معاف کر دیا اور تمہارے قتل سے گریز کیا ہے، اور ان عورتوں کو تمہارے سواء کوئی دوسرا مدینہ واپس نہیں لے جائے گا، اور وہ اموال جو تم سے چھینے گئے ہیں۔ ان کے بدلے میں کئی گنا زیادہ قیمت ادا کر دوں گا۔

امام زین العابدین نے فرمایا: ہمیں تمہارے اموال کی ضرورت نہیں ہے۔ انھیں رہنے دو تا کہ تمہارے اموال میں کمی نہ آ جائے، لیکن ہم اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینا چاہتے ہیں، کیونکہ اس میں میری دادی فاطمہ بنت محمدؐ کے ہاتھوں سے بنے ہوئے لباس مقنعہ، چادر، اور قمیص ہیں۔ یزید کے دستور کے مطابق ان اموال کو واپس کیا گیا، اور دو سو دینار اپنے مال سے ان اموال پر اضافہ کر کے امام زین العابدینؑ کو دیا۔ حضرت سجادؑ نے دو سو دینار لیکر فقراء میں تقسیم کر دیئے اور اس کے بعد یزید نے دستور دیا کہ خاندان حسین (علیہ السلام) کے اسیروں کو ان کے وطن مدینہ واپس پہنچایا جائے۔

لیکن امام حسین (علیہ السلام) کے سر مقدس کے بارے میں روایت ہے کہ اس کو کربلا بھیجا گیا اور ان کے بدن شریف کے ساتھ دفن کیا گیا، اور علماء امامیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ اس روایت کے علاوہ بہت سی روایات ہماری اس روایت کے مطابق نقل ہوئی ہیں۔

اس کے علاوہ اختلاف بھی موجود ہے، لیکن ہم اسے نقل نہیں کرتے، کیونکہ ہماری غرض اس کتاب کو مختصر لکھنا ہے۔

اہل بیتؑ کا کربلا میں ورود

راوی کہتا ہے: جب امام حسین (علیہ السلام) کے اہل بیت شام سے عراق کی طرف آئے تو انھوں نے قافلے کے راہنما سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف سے لے چلو۔ جب سرزمین کربلا پر پہنچے تو ان کی ملاقات جابر بن عبداللہ انصاری اور چند افراد بنی ہاشم سے ہوئی، جو مدینہ سے قبر امام حسین (علیہ السلام) کی زیارت کیلئے آئے تھے۔ سب گریہ وبکاء کرنے لگے، اور منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ ﴿وَاَقَامُوْ الْمَاتَمِ الْمُقْرِ حَةَ لِلْاَكْبَادِ﴾ اور اس طرح عزاداری کی کہ جو دلوں کو مجروح اور جگر کو آگ لگا دیتی تھی۔

عرب عورتوں کی ایک جماعت جو کہ کربلا میں موجود تھی وہ چند روز اسی طرح عزاداری کرتی رہیں۔ ابی حباب کلبی سے روایت کی گئی ہے کہ گچ کاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم رات کو مقام حبابہ پر جاتے تھے، اور اپنے کانوں سے امام حسین (علیہ السلام) پر جنوں کے رونے کی آوازیں اور انکے نوحے سنتے تھے، اور کہتے تھے:

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِيْنَهٗ

فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِى الْخُدُوْدِ

اَبَوَاهُ مِنْ اَعْلىٰ قُرَيْشٍ

وَجَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

اہل بیتؑ مدینہ کے نزدیک

کربلا کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑھے۔ بشیر بن جذلم کہتا ہے: جب مدینہ کے

نزدیک پہنچے، علی بن الحسین (علیہ السلام) سواری سے اُترے اور خیمے نصب کئے، اور مستورات کو بھی اتارا، اور فرمایا: ای بشیر! خدا مغفرت فرمائے تیرے باپ پر جو بڑے شاعر تھے۔ آیا تو بھی شعر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بشیر کہتا ہے: میں گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے مدینہ میں پہونچا۔ جب مسجد رسول خداؐ کے دروازے پر پہنچا تو بلند آواز سے گریہ کرنے لگا، اور یہ اشعار انشاء کئے۔

يَا اَهْلَ يَثْرَبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا   قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَاَدْمُعِى مِدْرَارٌ

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ   وَالرَّاْسُ مِنْهُ عَلَى الْقَنَاةِ يُدَارُ

اے مدینہ والو! اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہ گیا، کیونکہ حسین (علیہ السلام) قتل ہو چکے، اور ان کی شہادت کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بارش کی طرح بہہ رہے ہیں۔ بدن حسین (علیہ السلام) سرزمین کربلا پر خاک وخون میں غلطاں ہے اور آپ کا سر مقدس نیزہ پر شہروں میں پھرایا جا رہا ہے۔

اس کے بعد میں نے کہا: اے اہل مدینہ! اس وقت علی ابن الحسین (علیہ السلام) اپنی پھوپیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے نزدیک آئے ہیں، اور تمہارے شہر کی دیواروں کے پیچھے تشریف فرما ہیں۔ میں ان کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ ان کی منزل گاہ کو تمھیں دکھاؤں۔

اس بات کو سنتے ہی مدینہ کی تمام پردہ دار عورتیں جو کہ پردوں میں بیٹھیں ننگے سر باہر نکل آئیں اور فریاد کرنے لگیں۔ اس دن سے پہلے کبھی ایسا گریہ نہیں دیکھا۔ مسلمانوں پر اس دن سے سخت تر ہوگا۔ میں نے سنا کہ ایک عورت امام حسین (علیہ السلام) پر گریہ کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی:

ترجمہ: خبر دینے والے نے مجھے اپنے آقا و مولا کی شہادت سے آگاہ کیا۔ اس خبر نے میرے دل کو مجروح کر دیا۔ مجھے مریض اور رنجور کر دیا۔ پس تم اے میری انکھو بکثرت گریہ وزاری کرو، اور اشکوں کے بعد اشک بہاؤ۔ اس شخص کیلئے کہ جس کی مصیبت نے عرش خدا پر اثر کیا اور اسے لرزا دیا، اور اس کی شہادت سے بزرگی و دیانت کے اعضاء و جوارح کٹ

گئے۔ گریہ کرو اولادِ رسول خداؐ اور اولادِ علی بن ابیطالب پر اگرچہ وطن سے دور ہو گیا۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد کہا: اے شخص یہ خبر لانے والے تو نے ہمارے غم کو شہادت حسین (علیہ السلام) سے تازہ کیا اور ہمارے دل کے زخموں کو بھی شفا نہیں ملی تھی۔ دوبارہ زخمی کر دیا۔ تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں کہ میرے آقا و مولا علی بن حسین (علیہ السلام) نے مجھے بھیجا ہے۔ حضرت (علیہ السلام) اہل حرم کے ساتھ فلاں مقام پر اُترے ہیں، اور مجھے حکم فرمایا۔

بشیر نے کہا: اہل مدینہ مجھے وہاں چھوڑ کر بہت جلدی سے مدینہ سے باہر نکل گئے۔ میں نے گھوڑے کو دوڑیا، اور اپنے آپ کو ان کے ساتھ پہنچایا، اور میں نے دیکھا کہ لوگوں نے راستہ بند کر دیا ہے، اور جگہ خالی نہیں چھوڑی، اور میں گھوڑے سے اترا، اور بمشکل خیموں کے قریب پہنچا۔

علی بن حسین (علیہ السلام) خیمے کے اندر تھے۔ چند لحظوں کے بعد خیمے سے باہر آئے۔ ان کے ہاتھ میں رومال تھا جس کے ذریعہ آنکھوں سے آنسو صاف کر رہے تھے، اور حضرت (علیہ السلام) کے پیچھے ان کا خادم تھا۔ وہ کرسی لے کر آیا اور اسے زمین پر رکھا۔ امام زین العابدین اس پر بیٹھے، لیکن اُن کی آنکھیں مسلسل اشکبار تھیں، اور رونے کی آوازیں ایک طرف سے آ رہیں تھیں۔ مستورات و کنیزوں کے نوحے بلند تھے، اور لوگ ہر طرف سے حضرتؑ کو تسلیت پیش کرتے تھے، گویا فضائے عالم گریہ و نوحہ کر رہی تھی۔

خطبہ حضرت سجاد (علیہ السلام) نزدیک مدینہ

اس وقت امام سجاد (علیہ السلام) نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ لوگوں نے رونا بند کر دیا۔

ترجمہ: فرمایا: حمد ہو اس خدا کیلئے جو تمام عالمین کا پالنے والا، اور روز جزاء کا مالک

، اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ خدا جو عقلوں کے درک کرنے سے دور ہے۔ اور مخفی راز اس کے پاس ظاہر ہیں۔ حمد خدا کرتا ہوں مشکلات کے دیکھنے پر زمانے کی سختیوں پر، دردناک داغوں پر، زہر آلود غموں، عظیم مصیبتوں اور بلاؤں پر۔

اے لوگو! حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمارا امتحان بہت بڑی مصیبتوں کے ذریعہ لیا، اور اسلام میں بہت بڑا خلا واقع ہوا۔ امام حسین (علیہ السلام) اور انکے انصار قتل کیے گئے۔ ان کی مستورات، کو قیدی بنایا گیا۔ ان کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر کے شہروں میں پھرایا گیا۔ یہ ایسی مصیبت ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اے لوگو...... تمہارے مردوں میں کوئی ایسا مرد ہوگا جو اس مصیبت کے سننے کے بعد خوشحال ہوگا؟ اور کونسا دل ہے جو اس وجہ سے غم و اندوہ سے خالی ہے؟ اور کونسی آنکھ ہوگی جو اس غم پر آنسو بہانے سے گریز کرے گی؟ جب کہ سات آسمان اس کے قتل پر روئے۔ دریاوں نے اپنی موجوں کے ساتھ گریہ کیا، اور آسمان اپنے ارکان کے ساتھ روئے۔ تمام زمین نے گریہ و زاری کی۔ درختوں کی شاخوں، دریاوں کی مچھلیوں، دریا کی موجوں اور مقرب فرشتوں اور سات آسمانوں کی تمام مخلوق نے اس مصیبت میں عزاداری کی۔ اے لوگو...... کونسا ایسا دل ہے جو اس کی طرف متوجہ ہو اور گریہ نہ کرے؟ اور کون سا کان ہے کہ جو اتنی عظیم مصیبت پر کہ جو اسلام کو پہنچی ہے سننے کی قدرت رکھے؟

اے لوگو...... ہمیں پراکندہ کیا گیا، اور اپنے شہروں سے دور کیا گیا۔ گویا کہ ہم ترکستان و کابل کے باشندے ہیں، جبکہ ہم نے نہ کوئی جرم کیا نہ گناہ۔ نہ کوئی ناپسندیدہ کام اور نہ دین اسلام میں کوئی تبدیلی کی۔

خدا کی قسم اگر پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو سفارشات ہمارے حق میں فرمائی ہیں۔ انکی بجائے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کا فرمان جاری کرتے۔ تو ظالم اس سے زیادہ ظلم نہ کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ؛ ہماری مصیبت کسقدر بزرگ، دردناک دلوں کو جلانے والی، سخت، تلخ اور مشکل تھی۔ خداوند متعال سے درخواست ہے کہ ان مصائب اور

سختیوں کے بدلے میں اجر ورحمت عطا فرمائے۔ کیونکہ وہ عزیز اور انتقام لینے والا ہے۔

جب خطبہ امام سید سجاد (علیہ السلام) اس جگہ پہنچا تو ...... صوحان بن صعصعة بن صوحان کہ جو چلنے سے عاجز تھے، اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، اور معذرت خواہی کرنے لگے کہ یا ابن رسول اللہ میں پاؤں سے محروم اور زمین بوس ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی امداد نہ کرسکا۔ حضرت نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے باپ صعصعہ کیلئے دعائے رحمت فرمائی۔

مدینہ کے مکانات کی حالت

اس کے بعد امام سجاد (علیہ السلام) اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور اپنے اقرباء کے گھروں اور اپنے قبیلہ کے مردوں پر نگاہ ڈالی، دیکھا تمام گھر اپنے زبان حال سے اپنے حامیوں اور مردوں کے گم ہو جانے پر نوحہ کناں ہیں۔ آنسو بہا رہے ہیں۔ مصیبت زدہ عورتوں کی طرح گریہ کر رہے ہیں، اور اپنے وارثوں کے احوال پوچھ رہے ہیں اور حضرتؑ کے غم کی آگ میں جو آپ کے دل میں ہے اضافہ کر رہے ہیں۔

امام حسین (علیہ السلام) کا بیت الشرف فریاد بلند کر رہا ہے، اور کہہ رہا ہے: اے لوگو! میرا عذر قبول کرنا کہ جس طرح میں نوحے پڑھ رہا ہوں اور فریاد کر رہا ہوں، اسی طرح تم بھی اس مصیبت میں میری امداد کرو۔

کیونکہ میں ان کے فراق پر نالہ کر رہا ہوں، اور انکے اخلاق کریمہ پر سوگوار ہوں۔ میرے دن رات میرے ہم راز اندرون خانہ کے چراغ اور میرے سحرگاہ اور میرے خیمے کی رسیاں میرے شرف وافتخار تھے، اور میری نصرت کرنے والے طاقت بخشنے والے تھے، اور میرے لیے سورج اور چاند تھے۔

اور کسقدر راتوں کی وحشت کو اپنی بزرگواری کے ساتھ مجھ سے خارج کیا، اور اپنے لطف وکرم سے میری حرمت میں اضافہ فرمایا، اور اپنی سحرگاہ کی مناجات کو میرے کانوں تک

پہنچایا، اور اپنے اسرار گراں مایہ سے مجھے گراں مایہ بنایا، اور کسقدر راتوں کو اپنی نورانی مجالس و محافل سے مجھے زینت بخشی اور اپنے فضائل کے ساتھ مجھے معطر فرمایا، اور میری خشک لکڑیوں کو اپنے نورانی دیدار سے سرسبز وشاداب کیا، اور میری نحوست کو اپنی مبارک مدد کے ذریعہ نابود فرمایا۔

کسقدر فضیلت کی شاخوں کو میری آرزو کے کھیتوں میں کاشت کیا، اور میرے مقام کو اپنی مصاحبت سے محفوظ کیا۔ کتنی صبحوں کو میں نے تمام مکانوں پر فضیلت پائی ہے، اور ان پر فخر کرتا تھا اور خوشحال ومسرور تھا، اور کسقدر زیادہ میری ناامیدیوں کو اپنی آرزوں سے زندہ کیا۔

کسقدر اپنے خوف کو جو خشک ہڈیوں کی مانند میرے وجود میں مخفی تھا باہر نکالا، لیکن موت کے تیر نے ان کو اپنا نشانہ بنایا، اور زمانے نے مجھ پر حسد کیا تاکہ وہ دشمنوں کے درمیاں غریب رہ گئے، اور مخالفین کے تیروں کا نشانہ بن گئے۔ آج عظمت کا محور جوان کی انگلیوں کے اشاروں سے برقرار تھا، ختم کر دیا گیا، اور مجسمہ مناقب ان کے گم ہونے سے زبان شکوہ گشائی کرتی ہے، اور مجسمہ نیکی ان بزرگواروں کے اعضاء کے کٹ جانے سے نابود ہو جائیں گے، اور احکام خداوندی ان کی شکلوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔

افسوس اس باتقوی انسان پر کہ جس کا خون ان جنگوں میں بہایا گیا۔ اور افسوس اس باکمال لشکر پر کہ جس کا پرچم ان مشکلات میں زمین پر گر پڑا۔

اگر لوگ رونے میں میرا ساتھ نہ دیں، اور جاہل لوگ مجھے ان مصیبتوں میں تنہا چھوڑ دیں۔ تو میری ہمراہی کیلئے بوسیدہ خاک کے ٹیلے اور ویران گھروں کی دیواریں کافی ہیں، کیونکہ وہ بھی میری طرح گریہ وزاری کرتے ہیں، اور میری طرح غم واندوہ میں غوطہ زن ہیں۔

اگر سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو آپ سنیں کہ ان شہدائے راہ حق پر نمازیں کسقدر

نوحہ کناں ہیں، اوران کی بزرگی وکرامت ان کی ملاقات کی مشتاق ہیں، اور بخشش وکرم ان کے دیکھنے کے مشتاق ہیں۔

مسجدوں کے محراب ان کے فراق و جدائی پر گریان ہیں، اور بے نوا افراد انکی عطاؤں کیلئے فریاد کر رہے ہیں۔ البتہ ان فریادوں سے غم واندوہ میں گرفتار ہو جاتے، اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اس عظیم مصیبت میں تم نے کوتاہی کی ہے، بلکہ اگر میری تنہائی اور میرے ٹوٹنے کو دیکھتے۔ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر مجسم ہو جاتے کہ پاکیزہ دل درد میں مبتلا ہو جاتے، اور سینوں میں افسوس واندوہ کو حرکت میں لاتے، اور وہ مکانات جو مجھ سے حسد کرتے تھے۔ میری سرزنش کرنے لگے اور روزگار کے خطرات مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ آہ کسقدر میں ان مکانوں کے دیکھنے کا مشتاق ہوں جن میں وہ مکین اور آرام فرما ہیں۔

اے کاش میں بھی انسان کی جنس سے ہوتا اور اپنے آپ کو تلواروں کے مقابلہ میں سپر بناتا، اور اپنی جان کو ان پر فدا کرتا، تاکہ وہ زندہ رہتے، اور ان کے دشمنوں سے کہ جنہوں نے نیزوں سے ان پر وار کیا انتقام لیتا، اور دشمنوں کے تیروں کو ان سے روکتا۔ اب جبکہ یہ افتخار مجھے نصیب نہیں ہوا۔ اے کاش میں ان ناز پروردہ بدنوں کی جایگاہ و منزل ہوتا اور اتنا تو کر سکتا کہ ان کے اجساد طیبہ کو محفوظ رکھ سکتا۔

آہ اگر میں ان جانثار عالیقدر مردوں کی آخری آرامگاہ ہوتا۔ پوری کوشش ومحنت کے ساتھ ان کے بدنوں کی حفاظت کرتا اور ان کے پرانے حقوق کو ادا کرتا، اور ان کے بدنوں پر پتھر گرنے سے روکتا، اور فرماں بردار غلاموں کی طرح انکی خدمت میں کھڑا رہتا، اور ان نورانی و پاکیزہ صورتوں اور انکے جسموں کے نیچے عظمت وکرامت کے فرش بچھاتا، اور انکی محبت وہم نشینی کی آرزو کو پہنچتا، اور ان کے نور سے اپنے باطن کو روشن کرتا۔

آہ کس قدر اپنی آرزوں تک پہنچنے کا مشتاق ہوں، اور کسقدر اپنے اندر بسنے والوں کی دوری میں غم ناک ہوں، اور دنیا کے تمام فریاد اور نالے میرے نالوں اور فریادوں سے کم

تر ہیں، اور ہر قسم کی دوائی ان کے پاکیزہ وجود کے علاوہ میری شفا کیلئے بے اثر ہے، لیکن میں نے ان کے غائب ہونے پر لباس عزا کو اپنے تن پر پہن لیا ہے، اور سوگواری کی قمیص پہن لی ہے، اور صبر کو پانے سے ناامید ہو چکا ہوں، اور میں نے کہا: آسائش وآرام زمانہ کے سبب میری اور تیری ملاقات قیامت کے دن ہوگی۔

ابن قتیبہ نے کسقدر بہترین اشعار کہے ہیں کہ جب ان ویرانے گھروں کو دیکھا اور رونے لگا اور کہتا تھا:

ترجمہ: آل محمدؐ کے گھروں کے پاس سے گزرا، اور دیکھا کہ وہ مکانات اس دن کی مثل کہ جن دنوں ان میں آل محمدؐ رہتے تھے، اب اسطرح نہیں ہیں۔ خداوند ان گھروں اور ان کے صاحبان کو اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ اگرچہ میرے خیال میں آج یہ مکانات اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں۔

جان لو کہ شہدائے کربلا کا قتل مسلمانوں کی گردن میں ذلت کا طوق ہے، اور اب ان کی ذلت کے آثار ظاہر ہیں۔ فرزند آل پیغمبر جو کہ ہمیشہ لوگوں کی پناہ گاہ تھے، اور اب دلوں کیلئے مصیبت بن گئے ہیں کہ تمام مصیبتوں سے عظیم اور غمناک ترین ہیں۔ مگر تم نے نہیں دیکھا کہ سورج کا شہادت حسین (علیہ السلام) کی وجہ سے بیماروں کی طرح رنگ زرد ہو گیا، اور زمین اس مصیبت کی وجہ سے لرزنے لگی۔ تو اے وہ شخص جو مصیبت ابا عبداللہ کو سنتے ہو غم وحزن میں اس طرح رہو کہ جسطرح فرزندان رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رہتے تھے۔

گریہ امام زین العابدین (علیہ السلام)

روایت میں ہے؛ امام زین العابدین (علیہ السلام) باوجود اس مقام حلم وصبر کہ جس کی توصیف نہیں کی جاسکتی، اس مصیبت میں بہت روتے اور غم وحزن کی انتہا نہ تھی۔

امام صادق (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ زین العابدین (علیہ السلام) چالیس (۴۰) سال اپنے باپ کی مصیبت میں روتے رہے۔ درحال کہ دنوں میں روزہ دار ہوتے، اور راتوں میں عبادت کرتے تھے، اور جب افطاری کا وقت ہوتا حضرت (علیہ السلام) کا غلام پانی اور کھانا آپ کے سامنے رکھتا تھا۔ اور عرض کرتا: میرے آقا جان! تناول فرمائیے۔ حضرت (علیہ السلام) کہتے:

﴿قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ جَائِعًا قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَطْشَانًا﴾

پیغمبر کے بیٹے کو بھوکا و پیاسا قتل کیا گیا، اور ہمیشہ یہ بات کرتے تھے اور روتے تھے۔

جب بھی کھانا اور پانی تناول فرماتے تو ان کی آنکھیں اشکوں سے پرنم ہو جاتی تھیں، اور ہمیشہ اس حالت میں رہے، یہانتک کہ دُنیا سے انتقال کر گئے۔

حضرت سجاد (علیہ السلام) کا غلام نقل کرتا ہے: ایک دن حضرت صحرا کی طرف گئے، اور میں ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا کہ حضرت نے اپنی پیشانی ایک سخت پتھر پر رکھی ہے۔ میں کھڑا ہو گیا اور ان کا گریہ و نالہ سنتا رہا، اور حساب کیا کہ ہزار مرتبہ کہا:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَرِقًّا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَانًا وَتَصْدِيْقًا وَصِدْقًا﴾

اسکے بعد سجدہ سے سر اٹھایا۔ میں نے دیکھا حضرت کا چہرہ اور محاسن آنسوں سے تر تھے۔ میں نے عرض کیا: آپکا غم و گریہ ختم ہونے والا نہیں ہے؟

فرمایا: افسوس تم پر! یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خود پیغمبر و پیغمبر کا بیٹا تھا، اور ان کے بارہ بیٹے تھے۔ خداوند نے ان کے بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹے کو ان کی نظروں سے دور کر دیا۔ پریشانی و غم کے دباؤ سے ان کے سر کے بال سفید ہو گئے، اور غم کی وجہ سے اس کی کمر خمیدہ اور رونے کی وجہ سے آنکھوں کا نور ختم ہو گیا، درحالانکہ انکا فرزند زندہ تھا۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے باپ اور بھائی اور ۱۷ افراد میرے اہل بیت کے قتل کئے گئے، اور خاک پر پڑے رہے۔ پس کس طرح میرا غم و حزن ختم ہو اور میرے رونے میں کمی واقع ہو۔

راقم الحروف کا بیان ہے۔ میں یہ اشعار پڑھتا ہوں اور ان بزرگواروں کی طرف اشارہ

کرتا ہوں۔

کون ہے جو جا کر شہداء کربلا کو خبر دے اور کہے کہ تم نے لباس غم اُتار کر ہمیں دے دیا کہ جو کبھی پرانا نہیں ہو سکتا، بلکہ ہمیں پُرانا و نابود کرتا۔ اور وہ زمان جوان کی ملاقات سے ہمیں خوشحال کرتی تھی، اب ان کی جدائی ہمیں رُلاتی ہے، اور ان کے فقدان سے ہمارے ایام زندگی سیاہ ہو گئے، درحالیکہ ہماری اندھیری راتیں ان کے نور سے روشن تھیں۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و عجل فرجھم و العن اعدائھم

روضۂ حضرت عباس علیہ السلام
(علمدار لشکر حسینی)